

ک عظیم کتاب
۱۹۶۴ء
مسالک الحنفا لوالدیہ المصطفیٰ
مع ترجمہ المعروف بہ
والدین مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم
مؤلفہ
حضرۃ الامام علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
ناشر: دارہ رضویہ بروزہ اعظم
دار نعیمیہ هفت سواد
لاہور
موچی گیٹ
لاہور پاکستان

نبی الثقلین امام القبلتین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین کریمین شریفین
رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے مسلمین یعنی مطیع فرمانبردار ہونے کے ثبوت میں
رسائلِ عجیبہ المسمّٰی بہ

مسالک الحنفا فی والدی المصطفیٰ

مع ترجمہ

الاصطفاء بالنعماء لآبائہ الاتقیاء

المعروف بہ

والدینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مؤلفہ

الشیخ الامام العلام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ رحمۃ اللہ علیہ

مترجمہ

الفاضل العلام المفتی السید غلام معین الدین النعیمی (دکاکاخیل المتولد ۱۳۲۱ھ) دامت برکاتہم

الناشر

ادارۂ نعیمیہ رضویہ ہفت روزہ سوادِ اعظم، موچی گیٹ لاہور

قیمت ڈیڑھ روپیہ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وسلام على عباده الذين اصطفى

هذا تاليف يسمى "مسالك الحنفا في والدي المصطفى" في مسألة الحكم في ابوى النبي صلى الله عليه وآله وسلم انهما ناجيان وليسا في النار، صرح بذلك جمع من العلماء؛ ولهم في تقرير ذلك مسالك:

المسلك الاول

انهما ماتا قبل البعثة ولا تعذيب قبلها لقوله تعالى: "وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا" وقد اطبقت ائمتنا الاشاعرة من اهل الكلام والاصول والشافعية من الفقهاء على ان من ولم تبلغ الدعوة يموت ناجيا، وانه لا يقاتل حتى يدعى الى الاسلام؛ وانه اذا قتل يضمن بالدية والكفارة، نص عليه الامام الشافعي رضى الله عنه وسائر الاصحاب بل زاد بعض الاصحاب وقال: انه يجب في قتله القصاص، ولكن الصحيح خلافه لانه ليس بمسلم حقيقي، وشرط القصاص المكافاة. وقد علل بعض الفقهاء كونه اذا مات لا يعذب بانه على اصل الفطرة، ولم يقع منه عناد ولا جاءه رسول فكذبه.

وهذا المسلك اول ما سمعته في هذا المقام الذي نحن فيه من شيخنا شيخ الاسلام شرف الدين

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسالک الحنفاء فی والدی المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

الحمد للہ والسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد (علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی) یہ تالیف جس کا نام "مسالک الحنفاء فی والدی المصطفیٰ" ہے، اس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین رضی اللہ عنہما کے بارے میں یہ حکم ہے کہ وہ دونوں جہنمی نہیں ہیں۔ اس کی تصریح علمائے اہلِ سنّت کی ایک جماعت نے کی ہے۔ اُن کے مذہب و مسلک کی وضاحت یہ ہے کہ:۔

پہلا مسلک و مذہب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین آپ کی بعثتِ نبوت سے پہلے دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اور جو لوگ بعثت سے قبل گزر چکے ہیں وہ لائقِ عذاب نہیں ہوتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُولًا (پ ۱۵ - ع ۲) | اور ہم عذاب کرنے والے نہیں حتیٰ کہ ہم اُن میں رسول بھیجیں۔

اشاعرہ کے اصول و کلام کے ائمہ کا ایک طبقہ اور فقہائے شافعیہ کا یہ مسلک ہے کہ جو اس حال میں مر جائے کہ اُسے کسی نبی کی دعوت و تبلیغ نہ پہنچی، وہ ناجی مرتا ہے۔ اور یہ کہ اُسے اُس وقت تک قتل نہ کیا جائے، جبتک کہ اسلام کی دعوت نہ دی جائے اور اگر دعوتِ اسلام سے پہلے اُسے قتل کر دیا، تو ضمان میں دیتہ و کفارہ لازم ہوگا۔ اس پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور تمام صحابہ کی نص صریح ہے، بلکہ بعض صحابہ نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ ایسے کے قتل کر دینے سے قصاص واجب ہو جاتا ہے" لیکن صحیح مسئلہ اسکے خلاف ہے۔ اسلیے کہ ایسا شخص حقیقی مسلمان نہیں ہے اور قصاص کی شرط، مکافات یعنی بدلہ دینا ہے۔

المناوی[١] فانه سئل عن والد النبی صلی الله علیه وآله وسلم: هل هو فی النار؟ فزأر السائل زأرة شدیدة، فقال له السائل: هل ثبت اسلامه؟ فقال: انه مات فی الفترة ولا تعذیب قبل البعثة. ونقله سبط ابن الجوزی[٢] فی کتاب "مرآة الزمان" عن جماعة فانه حکی کلام جده علی حدیث احیاء امه صلی الله علیه وآله وسلم ثم قال: ما نصه: وقال قوم قد قال الله تعالیٰ: "وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا" والدعوة لم تبلغ اباه وامه فما ذنبهما. وجزم به الابی فی "شرح المسلم" وساذکر عبارته، وقد ورد فی اهل الفترة احادیث انهم یمتحنون یوم القیامة، وآیات مشیرة الی عدم تعذیبهم، والی ذلک مال حافظ العصر شیخ الاسلام ابو الفضل ابن حجر فی بعض کتبه فقال: والظن بآبائه صلی الله علیه وآله وسلم یعنی الذین ماتوا قبل البعثة انهم یطیعون عند الامتحان اکراما له صلی الله علیه وآله وسلم لتقرّ بهم عینه، وقد جعلت قضیة الامتحان داخلة فی هذا المسلک مع ان الظاهر انها مسلک مستقل لکن وجدت ذلک

١ه ذکر فی حسن المحاضرة: المناوی هو قاضی القضاة شرف الدین یحیی بن محمد ابن محمد بن محمد شیخنا شیخ الاسلام، ولد سنة ثمان وتسعین وسبع مائة ولازم الشیخ ولی الدین العراقی وتخرج به فی الفقه والاصول وسمع الحدیث علیه وعلی الشرف ابن الکویک وتصدی للاقراء والافتاء وتخرج به الاعیان وولی تدریس الشافعی وقضاء الدیار المصریة، وله تصانیف، منها شرح مختصر المزنی، توفی لیلة الاثنین ثانی عشر جمادی الاخرة سنة احدی وسبعین وثمان مائة - رحمه الله تعالیٰ. ٢ه وهو ابو المظفر یوسف ابن قزاوغلی المعروف بسبط ابن الجوزی، المتوفی سنة اربع وخمسین وست مائة.

اور بعض فقہاء نے اسکی یہ علت بیان فرمائی ہے کہ ایسا شخص جبکہ مرجائے، تو اُسے عذاب نہ ہوگا، کیونکہ اس کی اصل فترت پر ہے، اور نہ اس کی جانب سے دشمنی کا اظہار ہُوا، اور نہ کوئی رسول آیا جس نے اُس کی تکذیب کی ہو۔

یہ پہلا مسلک و مذہب ہے، جسے میں نے اس مقام میں جہاں ہم ہیں اپنے شیخ و اُستاذ، شیخ الاسلام شرف الدین المنادی رحمۃ اللہ سے سنا، کیونکہ اُن سے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ کے والدِ ماجد کے بارے میں کسی نے سوال کیا تھا کہ کیا وہ جہنم میں ہیں؟ اس پر اُنھوں نے سائل کو خوب جھڑکا، اور فرمایا کیا اُن کا اسلام ثابت ہے؟ ۔ پھر فرمایا بلا شبہ اُنکا فترت پر انتقال ہُوا، اور بعثت سے پہلے مستحق عذاب نہیں بنتا۔

سبط ابن جوزی نے اپنی کتاب "مرأۃ الزمان" میں ایک جماعت سے روایت نقل کی، اور اُنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کے زندہ کرنے کی حدیث پر اپنے دادا کی بحث بیان کرتے ہوئے کہا "ما الصحۃ" یعنی اسکی کوئی تصریح نہیں۔ حالانکہ ایک جماعت کہتی ہے کہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا یعنی ہم عذاب کرنے والے نہیں جبتک کہ ہم اُن میں رسول کو نہ بھیجیں" اور جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ اسلام آپ کی والدۂ ماجدہ اور والدِ ماجد رضی اللہ عنہما کو نہیں پہنچی، تو اُن دونوں کا کیا گناہ ہے؟ اور اس روایت پر میرے والد نے "شرح مسلم" میں یقین کا اظہار فرمایا، عنقریب میں اُن کی عبارت نقل کروں گا۔

بلا شبہ اہلِ فترت کے بارے میں احادیث مروی ہیں کہ قیامت کے دن اُن کا امتحان لیا جائے گا، اور آیاتِ قرآنیہ اُنکے غیر معذب ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ اور حافظ العصر شیخ الاسلام ابو الفضل ابنِ حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ بعض اپنی کتابوں میں اس مسلک کی طرف مائل ہوتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نبیِ کریم

لمعنى دقيق لا يخفى على ذوى التحقيق.

ذكر الآيات المشيرة الى ذلك

الآية الاولى قوله تعالى: "وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا ٥" وهذه الاية هى التى اطبقت ائمة السنة على الاستدلال بها فى انه لا تعذيب قبل البعثة، وردوا بها على المعتزلة ومن وافقهم فى تحكيم العقل. اخرج ابن جرير وابن ابى حاتم فى تفسيريهما عن قتادة فى قوله تعالى: "وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا ٥" قال: ان الله ليس بمعذب احدا حتى يسبق اليه من الله خبرا و ياتيه من الله بينة. الآية الثانية قوله تعالى: "ذلك ان لم يكن ربك مهلك القرى بظلم واهلها غٰفلون ٥" اورد هذه الاية الزركشى[1] فى: "شرح جمع الجوامع" استدلالا على قاعدة ان شكر المنعم ليس بواجب عقلا بالسمع. الآية الثالثة قوله تعالى: "ولولا ان تصيبهم مصيبة بما قدمت ايديهم، فيقولوا ربنا لولا ارسلت الينا رسولا فنتبع ايٰتك ونكون من المؤمنين ٥" اورد هذه الزركشى ايضا. واخرج ابن ابى حاتم فى تفسيره عنه هذه الاية بسند حسن عن ابى سعيد الخدرى رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: الهالك فى الفترة يقول: لم ياتى كتاب ولا رسول ثم قرا هذه الاية: "ربنا لولا ارسلت الينا رسولا فنتبع ايٰتك ونكون من المؤمنين ٥" الآية الرابعة قوله تعالى: "ولو انا اهلكنٰهم بعذاب من قبله لقالوا ربنا لولا ارسلت الينا رسولا فنتبع ايٰتك من قبل ان نذل ونخزى ٥" اخرج ابن ابى حاتم

---

[1] وهو العلامة الشيخ بدر الدين محمد بن عبد الله الزركشى الشافعى رحمه الله، المتوفى سنة اربع وتسعين وسبع مائة.

صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن آباء و اجداد کے بارے میں جو بعثت سے پہلے انتقال کر چکے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اکرام اور آپ سے ذاتی قربت کے لحاظ سے گمان یہ ہے کہ بوقتِ امتحان وہ فرمانبردار و مطیع ہونگے "۔

حضرتِ علامہ ابنِ حجر رحمۃ اللہ نے اس مسلک میں قضیۂ امتحان کو بھی داخل کر دیا ہے باوجودیکہ یہ ظاہر بات ہے کہ "قضیۂ امتحان" مستقل جداگانہ مسئلہ ہے، لیکن میں نے اس عبارت میں دقیق معنیٰ پائے، جو اصحابِ تحقیق پر پوشیدہ نہیں ۔

اس مسلک پر جو آیات اشارہ کرتی ہیں اُنکا بیان

پہلی آیت کریمہ :- وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ؕ (پ - ۲۶)	اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جبتک کہ ہم رسول نہ بھیجیں ۔

یہی وہ آیتِ کریمہ ہے جس سے ائمہ اہلِ سنت کے ایک طبقہ نے استدلال کیا ہے کہ بعثت سے پہلے لوگوں پر عذاب نہ ہوگا۔ اور اُنھوں نے اس استدلال کے ذریعہ معتزلہ اور وہ لوگ جو عقل کے پیروکار ہیں، دونوں کا رد کیا ہے ۔ چنانچہ حضرتِ ابنِ جریر، اور حضرتِ ابنِ ابی حاتم رحمہما اللہ نے اپنی اپنی تفسیر میں حضرتِ قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں نقل کیا کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بیشک اللہ تعالیٰ کسی کو اسوقت تک عذاب نہیں دیتا جبتک اُسکے پاس پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر یا اُسکی جانب سے کوئی یقینی دلیل نہ آجائے ۔

دوسری آیتِ کریمہ :- ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ۝ (پ - ۳۶)	یہ اسلیے کہ تمہارا رب بستیوں کو ظلم سے تباہ نہیں کرتا کہ اُن کے لوگ بے خبر ہوں ۔

اس آیتِ کریمہ کو علامہ زرکشی رحمۃ اللہ "شرح جمع الجوامع" میں اس قاعدہ کے استدلال میں لائے ہیں کہ منعم یعنی نعمت دینے والے کا شکر بجالانا محض عقل سے واجب نہیں ہوتا، بلکہ سمع سے واجب ہوتا ہے ۔

فی تفسیره عند هذه الاٰیة عن عطیة العوفی قال: الهالك فی الفترة یقول: رب المریاتنی کتاب ولا رسول، وقرا هذه الاٰیة: "ولوانا اهلكنهم بعذاب من قبله - الی اخر الاٰیة. الاٰیة الخامسة قوله تعالیٰ: "وما كان ربك مهلك القری حتی یبعث فی امها رسولا یتلوا علیهم ایتنا". اخرج ابن ابی حاتم عن ابن عباس وقتادة فی الاٰیة: والا لم یهلك تعالیٰ اهل مكة حتی بعث الیهم محمدا صلی الله علیه وآله وسلم، فلما كذبوا ظلموا فبذلك هلكوا. الاٰیة السادسة قوله تعالیٰ: "وهذا كتب انزلنه مبارك فاتبعوه واتقوا لعلكم ترحمون ۝ ان تقولوا انما انزل الكتب علی طائفتین من قبلنا وان كنا عن دراستهم لغفلین ۝". الاٰیة السابعة قوله تعالیٰ: وما اهلكنا من قریة الا لها منذرون ذكری وما كنا ظالمین ۝". اخرج عبد بن حمید وابن المنذر وابن ابی حاتم فی تفاسیرهم عن قتادة فی الاٰیة قال: ما اهلك الله من قریة الا من بعد الحجة والبینة والعذر حتی یرسل الرسل وینزل الكتب تذكرة لهم وموعظة وحجة لله "ذكری وما كنا ظلمین" یقول: ماكنا لنعذبهم الا من بعد البینة والحجة. الاٰیة الثامنة قوله تعالیٰ: "وهم یصطرخون فیها ربنا اخرجنا نعمل صالحا غیر الذی كنا نعمل اولم نعمركم مایتذكر فیه من تذكر وجاءكم النذیر": قال المفسرون: احتج علیهم ببعثة النبی صلی الله علیه وآله وسلم وهو المراد بالنذیر فی الاٰیة.

ذكر الاحادیث الواردة فی ان اهل الفترة یمتحنون یوم القیامة فمن اطاع منهم ادخل الجنة ومن عصی ادخل النار

تیسری آیتِ کریمہ :- وَلَوْلَآ اَنْ تُصِیْبَهُمْ مُّصِیْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ فَیَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَیْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰیٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ○

(پ۲۰ - ع ۸)

اور اگر نہ ہوتا کہ کبھی پہنچتی انھیں کوئی مصیبت اُسکے سبب جو انکے ہاتھوں نے آگے بھیجا، تو کہتے اے ہمارے رب تو نے کیوں نہ بھیجا ہماری طرف کوئی رسول کہ ہم تیری آیتوں کی پیروی کرتے اور ایمان لاتے۔

اس آیتِ کریمہ کو علامہ زرکشی "شرح جمع الجوامع" میں لاتے ہیں، اور حضرت ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت "سندِ حسن" کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت لاتے ہیں کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :-

اَلْهَالِكُ فی الفترة يقول رب لم يأتني كتاب ولا رسول ثم قرأ هٰذه الاٰية رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَیْنَا الاٰیہ

فترت پر مرنے والا کہے گا اے خدا میرے پاس نہ کتاب آئی اور نہ رسول، پھر حضور نے اس آیت کو تلاوت فرمایا ....

چوتھی آیتِ کریمہ :- وَلَوْ اَنَّاۤ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَیْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰیٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى

(پ - ع)

اگر ہم انھیں کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے رسول کے آنے سے پہلے تو ضرور کہتے اے ہمارے رب تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا کہ ہم تیری آیتوں پر چلتے قبل اس کے کہ ذلیل و رسوا ہوتے۔

اس آیتِ کریمہ کے تحت حضرت ابنِ ابی حاتم اپنی تفسیر میں حضرت عطیہ العوفی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "فترت میں مرنے والا کہے گا اے خدا میرے پاس نہ کتاب آئی نہ رسول آیا، اس کے بعد یہ آیتِ کریمہ پڑھی وَلَوْ اَنَّاۤ اَهْلَكْنٰهُمْ الاٰیہ"

پانچویں آیتِ کریمہ :- وَمَا كَانَ رَبُّكَ

اور تمہارا رب شہروں کو ہلاک نہیں کرتا

الحديث الاول: اخرج الامام احمد بن حنبل واسحاق بن راهويه فی مسندیهما والبیهقی فی "کتاب الاعتقاد" وصححه عن الاسود بن سریع - رضی الله عنه - ان النبی صلی الله علیه وآله وسلم قال: اربعة یحتجون یوم القیامة: رجل اصم لا یسمع شیئا، ورجل احمق، ورجل هرم، ورجل مات فی فترة، واما الاصم فیقول: رب! لقد جاء الاسلام وما اسمع شیئا، واما الاحمق فیقول: رب! لقد جاء الاسلام والصبیان یحذفونی بالبعر، واما الهرم فیقول: رب! لقد جاء الاسلام وما اعقل شیئا، واما الذی مات فی الفترة فیقول: رب! ما اتانی لك رسول؛ فیاخذ مواثیقهم لیطیعنه، فیرسل الیهم ان ادخلوا النار! فمن دخلها کانت علیه بردا وسلاما، ومن لم یدخلها یسحب الیها.

الحدیث الثانی: اخرج احمد بن حنبل واسحاق بن راهویه فی مسندیهما وابن مردویه فی تفسیره والبیهقی فی "الاعتقاد" عن ابی هریرة رضی الله تعالی عنه ان النبی صلی الله علیه وآله وسلم قال: اربعة یحتجون - فذکر مثل حدیث الاسود بن سریع - رضی الله عنه -. الحدیث الثالث: اخرج البزار فی مسنده عن ابی سعید الخدری - رضی الله عنه - قال قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم: یؤتی بالهالك فی الفترة والمعتوه والمولود، فیقول الهالك فی الفترة: لم یاتنی کتاب ولا رسول، ویقول المعتوه: ای رب! لم تجعل لی عقلا اعقل به خیرا ولا شرا، ویقول المولود: لم ادرك العمل؛ قال: فیرفع لهم نار فیقال لها: ردوها - او قال: ادخلوها - فیدخلها من کان فی علم الله سعیدا لو ادرك العمل، ویمسك عنها من کان فی علم الله شقیا لو ادرك العمل، فیقول تبارك وتعالی: ایای عصیتم فکیف برسلی بالغیب! فی اسناده عطیة العوفی فیه

مُهْلِكَ الْقُرَىٰ حَتَّىٰ يَبْعَثَ فِي أُمِّهَا رَسُولًا يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا الآیہ (پ ع)	جبتک انکی اصل مرجع میں رسول نہ بھیجے جو اُن پر ہماری آیتیں پڑھے ......

اِس آیتِ کریمہ کے تحت حضرت ابنِ ابی حاتم رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں حضرتِ ابنِ عباس اور حضرت قتادہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ :-

الا لم يهلك الله تعالىٰ اهل مكة حتّٰى بعث اليهم محمدًا صلى الله عليه وسلم فلمّا كذبوا وظلموا فبذالك هلكوا الحديث	مگر اللہ تعالیٰ نے اہلِ مکہ کو ہلاک نہ فرمایا یہانتک کہ انکی طرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا، پھر جب انھوں نے آپ کی تکذیب کی اور آپ پر ظلم کیا تو اسکی بنا پر وہ ہلاک ہوئے
چھٹی آیت کریمہ :- وَهٰذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ○ أَنْ تَقُولُوا إِنَّمَا أُنْزِلَ الْكِتَابُ عَلَىٰ طَائِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَإِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغَافِلِينَ ○ (پ-ع ۷)	اور یہ برکت والی کتاب ہمنے اُتاری، تو اسکی پیروی کرو، اور پرہیزگاری کرو کہ تم پر رحم ہو، کبھی کہو کہ کتاب تو ہم سے پہلے دو گروہوں پر اتری تھی، اور ہمیں پڑھنے پڑھانے کی کچھ خبر نہ تھی۔
ساتویں آیت کریمہ :- وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا لَهَا مُنْذِرُونَ ○ ذِكْرَىٰ وَمَا كُنَّا ظَالِمِينَ ○ (پ ۱۹-ع ۱۵)	اور ہمنے کوئی بستی ہلاک نہ کی جسے ڈر سُنانے والے نہ ہوں نصیحت کے لیے اور ہم ظلم نہیں کرتے -

اس آیتِ کریمہ کے تحت حضرت عبد بن حمید، ابن منذر، اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ نے اپنی اپنی تفاسیر میں حضرتِ قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انھوں نے فرمایا" اللہ تعالیٰ نے کسی آبادی کو ہلاک نہ کیا مگر حجت وبینہ اور عذر کے بعد یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے انکے پاس رسولوں کو بھیجا، اور انکی تنبیہ، نصیحت اور حجت کیلیے کتاب میں نازل فرمایا" ذِكْرَىٰ وَمَا كُنَّا ظَالِمِينَ الآیہ فرماتا ہے ہم انھیں عذاب نہیں دیتے مگر دلیل وحجت کے بعد"

ضعف[1]، والترمذي يحسن حديثه: وهذا الحديث له شواهد تقتضي الحكم بحسنه وثبوته. الحديث الرابع: اخرج البزار وابو يعلى في مسنديهما عن انس رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: يؤتى باربعة يوم القيامة بالمولود والمعتوه ومن مات في الفترة وبالشيخ الفاني كلهم متكلم بحجته، فيقول الله تبارك وتعالى لعنق من جهنم: ابرزي! فيقول لهم: اني كنت ابعث الى عبادي رسلا من انفسهم واني رسول نفسي اليكم، ادخلوا هذه! فيقول من كتب عليه الشقاء: يارب! انى ندخلها وماكنا نعرف! ومن كتب له السعادة فيمضي فيقتحم فيها مسرعا، فيقول الله: قد عصيتموني فانتم لرسلي اشد تكذيبا ومعصية! فيدخل هؤلاء الجنة وهؤلاء النار. الحديث الخامس: اخرج عبد الرزاق وابن جرير وابن المنذر وابن ابي حاتم عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: اذا كان يوم القيامة جمع الله اهل الفترة والمعتوه والاصم والابكم والشيوخ الذين لم يدركوا الاسلام ثم ارسل اليهم رسولا ان ادخلوا النار! فيقولون: كيف ولم يأتنا رسل! قال: وايم الله! لو دخلوها لكانت عليهم بردا وسلاما، ثم يرسل اليهم فيطيعه من كان يريد ان يطيعه؛ قال ابو هريرة: اقرأوا ان شئتم: "وماكنا معذبين حتى نبعث رسولا". اسناده صحيح على شرط الشيخين ومثله لايقال من قبل الرأي فله حكم الرفع. الحديث السادس: اخرج البزار والحاكم في مستدركه عن ثوبان رضي الله عنه ان النبي صلى الله

---

[1] قال الحافظ ابن حجر العسقلاني في تقريب التهذيب: عطية بن سعيد بن جنادة العوفي الجدلي ابو الحسن الكوفي صدوق يخطئ كثيرا كان شيعيا مدلسا من الثالثة مات سنة احدى عشرة ومائة.

آٹھویں آیت کریمہ:- وَهُمْ يَصْطَرِخُونَ فِيهَا رَبَّنَا أَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ أَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَا يَتَذَكَّرُ فِيهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاءَكُمُ النَّذِيرُ الآیہ (پ - ۶)

اور وہ اس میں چلاتے ہونگے اے رب ہمیں نکال کہ ہم اچھا کام کریں اسکے خلاف جو پہلے کرتے تھے، اور کیا ہمنے تمہیں وہ عمر نہ دی تھی جسمیں سمجھ لیتا ہے جسے سمجھنا ہوتا اور ڈر سنانیوالا تمہارے پاس تشریف لایا تھا

اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں مفسرین فرماتے ہیں کہ النذیر سے مراد، کفار پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے حق تعالیٰ کا حجت قائم فرمانا ہے۔

اہلِ فترت کے بارے میں احادیث کا تذکرہ

کہ بروزِ قیامت اُن کا امتحان ہوگا جس نے اُنکی اطاعت وہ جنت میں داخل ہونگے اور جس نے نافرمانی کی وہ جہنم میں جائینگے۔

پہلی حدیث:- حضرت امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ رحمہما اللہ نے اپنی اپنی مسند میں، اور امام بیہقی نے "کتاب الاعتقاد" میں اس حدیث کی تخریج کی، اور حضرت اسود بن سریع رضی اللہ عنہ سے اسکی تصحیح کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن چار آدمی جھگڑا کرینگے۔ ایک بہرا شخص، جو بالکل ہی نہ سُنے، دوسرا احمق شخص، تیسرا دیوانہ شخص، چوتھا وہ جو فترت میں مرجائے۔

بہرا شخص کہے گا، اے خدا یقیناً اسلام آیا، لیکن میں کچھ سُن ہی نہیں سکتا تھا اور احمق کہے گا، اے رب بیشک اسلام آیا، مگر مجھ پر بچے مینگنیاں پھینکتے تھے اور دیوانہ (ہرم) کہیگا، اے رب بیشک اسلام آیا، مگر میں کچھ سمجھ ہی نہیں رکھتا تھا اور وہ جو فترت میں مرجائے، کہیگا اے رب تیری طرف سے میرے پاس کوئی رسول آیا ہی نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ اُن کا امتحان لیگا کہ کون اُسکا فرمانبردار ہے، اور انھیں حکم دیا جائیگا کہ آگ میں داخل ہو جاؤ۔ لہٰذا جو آگ میں (حکم الٰہی سے) داخل ہو گیا، تو اُس پر وہ آگ ٹھنڈی سلامتی والی ہو جائے گی۔ اور جو (حکم الٰہی سے) داخل نہ ہونا

عليه وآله وسلم قال: اذا كان يوم القيامة جاء اهل الجاهلية يحملون اوثانهم على ظهورهم فيسألهم ربهم، فيقولون: ربنا! لم ترسل الينا رسولا ولم يأتنا لك أمر، ولو ارسلت الينا رسولا لكنا اطوع عبادك. فيقول لهم ربهم: ارءيتكم ان امرتكم بامر تطيعوني؟ فيقولون: نعم! فيأمرهم ان يعمدوا الى جهنم فيدخلونها، فينطلقون حتى اذا دنوا منها وجدوا لها تغيظا وزفيرا فرجعوا الى ربهم فيقولون: ربنا اجرنا منها! فيقول لهم: الم تزعموا ان امرتكم بامر تطيعوني! فيأخذ على ذلك مواثيقهم، فيقول: اعمدوا اليها فادخلوا! فينطلقون حتى اذا رأوها فرقوا ورجعوا، فقالوا: ربنا افرقنا منها ولا نستطيع ان ندخلها داخرين! فقال النبي صلى الله عليه وآله وسلم: لو دخلوها اول مرة كانت عليهم بردا وسلاما. قال الحاكم: صحيح على شرط البخاري ومسلم.

الحديث السابع: اخرج الطبراني وابونعيم عن معاذ بن جبل رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال: يؤتى يوم القيامة بالممسوح عقلا وبالهالك في الفترة وبالهالك صغيرا، فيقول الممسوح عقلا: يارب! لو آتيتني عقلا ماكان من آتيته عقلا باسعد لعقله مني. وذكر في الهالك في الفترة والصغير نحو ذلك، فيقول الرب: اني امركم بامر فتطيعوني؟ فيقولون: نعم! فيقول: اذهبوا فادخلوا النار! قال: ولو دخلوها ما ضرتهم، فتخرج عليهم فوائص، فيظنون انها قد اهلكت ما خلق الله من شئ، فيرجعون سراعا، ثم يأمرهم الثانية فيرجعون كذلك، فيقول الرب: قبل ان اخلقكم علمت ما انتم عاملون وعلى علمي تصيرون، ضميهم! فتأخذهم. قال الكيا الهراسي[1] في تعليقه في الاصول في مسألة شكر المنعم: اعلم: ان الذي استقر عليه

[1] هو علي بن محمد الطبري الشافعي المتوفى سنة اربع وخمس مائة، كذا في كشف الظنون

چاہے گا، تو اُسے گھسیٹ کر ڈال دیا جائے گا۔

دوسری حدیث :- حضرت احمد بن حنبل، اور حضرت اسحاق بن راہویہ رحمہما اللہ اپنی اپنی مسند میں، اور ابن مردویہ اپنی تفسیر میں، اور امام بیہقی "الاعتقاد" میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چار شخص جھگڑا کرینگے، اسکے بعد حضرت اسود بن سریع رضی اللہ عنہ کی حدیث کی مانند بیان کیا!

تیسری حدیث :- حضرت بزار نے اپنی مسند میں، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے حدیث روایت کی کہ وہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ فترت، معتوہ (دیوانگی) اور پیدائش میں مرنے والے کو جب لایا جائیگا تو فترت میں مرنے والا شخص کہیگا، اے رب! میرے پاس نہ کتاب آئی نہ رسول آیا، اور معتوہ یعنی دیوانہ کہے گا، اے رب! تو نے مجھے عقل وسمجھ ہی عطا نہ فرمائی کہ میں اچھے، بُرے کی تمیز کر سکتا۔ اور بچہ کہے گا، میں نے عمل کا وقت ہی نہ پایا۔ فرماتے ہیں کہ پھر انکے لیے (بغرض امتحان وآزمائش) آگ اٹھائی جائے گی، اور کہا جائیگا اسے اپنے اُوپر لوٹ لو، یا یہ کہا جائیگا کہ اس میں داخل ہو جاؤ۔ لہٰذا جو شخص علمِ الٰہی میں، اگر وہ عمل کا وقت پاتا، تو سعید ہوتا، وہ آگ میں داخل ہو جائیگا۔ اور جو علمِ الٰہی میں، اگر وہ عمل کا وقت پاتا، تو شقی و بدبخت رہتا، وہ آگ میں داخل ہونے سے رُک جائیگا۔ اُسوقت اللہ تعالےٰ فرمائے گا "سامنے سے دور ہو جاؤ"، تم نافرمان ہو، حالتِ غیب میں میرے رسولوں کے ساتھ کیونکر پیش آتے۔

اس حدیث کی سند میں عطیۃ العوفی کی وجہ سے ضعف ہے، اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا، اور اس حدیث کے لیے اور بھی شواہد ہیں، جس سے اسکے حسن وثبوت کا حکم مقتضی ہوتا ہے۔

چوتھی حدیث :- حضرت بزار و ابو یعلیٰ نے اپنی اپنی مسند میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ چار شخص

اراه اهل لسنة قاطبة انه لا مدرك للاحكام سوى الشرع المنقول ولا يتلقى من قضيات العقول. فاما من عد اهل الحق من طبقات الخلق كالرافضة والكرامية والمعتزلة وغيرهم فانهم ذهبوا الى ان الاحكام منقسمة، فمنها ما يتلقى من الشرع المنقول، ومنها ما يتلقى من قضيات العقول. قال: واما نحن فنقول: لا يجب شئ قبل مجئ الرسول فاذا ظهر واقام المعجزة يمكن العاقل من النظر، فنقول: لا يعلم اول الواجبات الا بالسمع، فاذا جاء الرسول وجب عليه النظر. وعند هذا يسأل المستطرقون فيقولون: ما الواجب الذى هو طاعة وليس بقربة؟ وجوابه: ان النظر الذى هو اول الواجبات طاعة وليس بقربة لانه ينظر للمعرفة فهو مطيع وليس بمتقرب لانه انما يتقرب الى من يعرفه.

قال: وذكر شيخنا الامام فى هذا المقام شيئا حسنا فقال: قبل مجئ الرسول يتعارض الخواطر والطرق اذ ما من خاطر يعرض له الا ويمكن ان يقدر ان يخطر خاطر آخر على نقيضه فيتعارض الخواطر ويقع العقل فى حيرة ودهشة فيجب التوقف الى ان ينكشف الغمة وليس ذلك الا لمجئ الرسول. وهاهنا قال الاستاذ ابو اسحاق: ان قول "لا ادرى" نصف العلم، ومعناه انه انتهى علمى الى حد وقف عنده مجاوزة العقل، وهذا انما يقوله من وقف فى العلم وعرف مجارى العقل مما لا يجرى فيه ووقف عنده - انتهى. وقال الامام فخر الدين الرازى فى "المحصول": شكر المنعم لا يجب عقلا خلافا للمعتزلة، لنا: انه لو تحقق الوجوب قبل البعثة لعذب تاركه ولا تعذيب قبل البعث فلا وجوب، اما الملازمة فبينة، واما انه لا تعذيب فلقوله سبحانه وتعالى "وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا" نفى التعذيب الى غاية البعثة فينتفى والا وقع الخلف فى قول الله وهو محال - انتهى. وذكر اتباعه مثل ذلك

قیامت میں لائے جائینگے، بچے، دیوانے، وہ جو فترت میں مرا، اور شیخ فانی یہ تمام ہر ایک اپنی اپنی برأت کی دلیل میں بولے گا۔ اُسوقت اللہ تعالیٰ جہنم کے دہانے کو حکم دیگا کہ کھل جا! پھر اُن سے فرمائے گا میں (دنیا میں) بندوں کی طرف اپنی جانب سے اپنے رسولوں کو بھیجتا تھا، اب میں بذاتِ خود تمہارے سامنے ہوں، اس جہنم میں داخل ہو جاؤ۔ اُسوقت جسکی تقدیر میں شقاوت لکھی جاچکی ہے کہے گا، اے رب کیا تو ہمیں وہاں داخل ہونے کا حکم فرماتا ہے، جسے ہم جانتے بھی نہیں۔ اور جسکی تقدیر میں سعادت لکھی جاچکی ہے، وہ داخل ہو کر اُس میں دوڑتا ہوگا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا، جبکہ اب تم نے میری نافرمانی کی، تو میرے رسولوں کو تو اس سے بڑھ کر جھٹلاتے، اور نافرمانی کرتے۔ پھر اللہ تعالیٰ سعید کو جنت میں اور شقی کو جہنم میں داخل کر دیگا۔

پانچویں حدیث:۔ حضرت عبدالرزاق، ابن جریر، ابن المنذر، اور ابن ابی حاتم، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اہلِ فترت، مخبوط الحواس، گونگے، بہرے اور اُن بوڑھوں کو جنھیں اسلام کی دعوت نہیں پہنچی، جمع کر کے فرشتوں کو اُنکے پاس بھیجے گا کہ انھیں (بغرضِ امتحان) جہنم کی آگ میں ڈالدیں، اُسوقت وہ کہینگے کہ یہ کیوں ہے؟ ہمارے پاس تو رسول کبھی نہ آئے؟ — حضور فرماتے ہیں، خدا کی قسم اگر وہ آگ میں (حکم سنتے ہی) داخل ہو جاتے، تو یقیناً وہ آگ اُن پر ٹھنڈی سلامتی والی ہو جاتی۔ پھر بھیجا جاتا انکی طرف تو اُسکی وہی فرمانبرداری کرتے، جسے خدا چاہتا کہ وہ فرمانبرداری اسکی کرے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر تم چاہو تو یہ آیت کریمہ پڑھ لو۔ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا الآیہ | اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جبتک کہ ہم رسول کو نہ بھیجیں۔

اس حدیث کی سند بشرط بخاری و مسلم صحیح ہے، اور اسکی مثل پہلے سے کوئی رائے نہیں کہی گئی۔ لہٰذا یہ حکم میں مرفوع کے ہے۔

كصاحب "الحاصل والتحصيل" والبيضاوي في منهاجه. وقال القاضي تاج الدين السبكي في "شرح مختصر ابن الحاجب" على مسألة شكر المنعم: فيخرج مسألة من لم تبلغه الدعوة فعندنا يموت ناجيا ولا يقاتل حتى يدعى الى الاسلام، وهو مضمون بالكفارة والدية ولا يجب القصاص على قاتله على الصحيح. وقال البغوي في "التهذيب": اما من لم تبلغه الدعوة فلا يجوز قتله قبل ان يدعى الى الاسلام فان قتل قبل ان يدعى الى الاسلام وجب في قتله الدية والكفارة. وعند ابي حنيفة رحمه الله لا يجب الضمان بقتله، واصله انه عندهم محجوج عليه بعقله وعندنا هو غير محجوج عليه قبل بلوغ الدعوة اليه بقوله تعالى: "وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا"، فثبت انه لا حجة عليه قبل مجيء الرسول. انتهى. وقال الرافعي في الشرح: من لم تبلغه الدعوة لا يجوز قتله قبل الاعلام والدعاء الى الاسلام، ولو قتل كان مضمونا خلافا لابي حنيفة. وبنى الخلاف على انه محجوج عليه بالعقل عنده، وعندنا من لم تبلغه الدعوة لا تثبت عليه الحجة ولا يتوجه المؤاخذة، قال تعالى: "وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا". انتهى. وقال الغزالي في "البسيط"[له]: من لم تبلغه الدعوة يضمن بالدية والكفارة لا بالقصاص على الصحيح لانه ليس مسلما على التحقيق وانما هو في معنى المسلم. وقال ابن الرفعة في "الكفاية": لانه مولود على الفطرة ولم يظهر منه عناد. وقال النووي[مه]

[له] البسيط في الفروع للامام حجة الاسلام حامد محمد بن محمد بن محمد الغزالي الشافعي المتوفى سنة خمس وخمس مائة [مه] وهو الامام الحافظ ابو زكريا يحيى بن شرف الدين النووي الشافعي المتوفى سنة ست وسبعين وست مائة.

چھٹی حدیث :- حضرتِ بزار و حاکم نے اپنی "مستدرک" میں حضرتِ ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت قایم ہو گی، تو زمانہ جاہلیت کے لوگ اپنی پشتوں پر بتوں کو اُٹھائے ہوئے آئینگے۔ رب تبارک و تعالیٰ اُن سے پوچھے گا، تو وہ کہینگے، اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف رسولوں کو بھیجا ہی نہیں، اور نہ تیرا کوئی حکم ہی آیا۔ اگر تو ہمارے پاس رسولوں کو بھیجتا، تو یقیناً تیرے بندوں (رسولوں) کی اطاعت کرتے۔ اُسوقت اللہ تعالیٰ اُن سے فرمائیگا، کیا تمہارا گمان یہ ہے کہ اگر تمہیں کوئی حکم دیا جاتا، تو تم ہماری اطاعت کرتے؟ وہ کہینگے ہاں! تب اُن سے فرمائیگا، چلو جہنم کی طرف" اور اُس میں داخل ہو جاؤ، پھر وہ چلینگے، یہانتک کہ جب اُسکے قریب ہونگے، تو جہنم کا غیظ و غضب پائینگے اُسوقت اپنے رب کی طرف لوٹ کر کہینگے، اے ہمارے رب! ہمیں اس سے نجات دے۔ تب حق تعالیٰ اُن سے فرمائیگا، کیا تم یہ گمان نہیں رکھتے تھے کہ اگر میں تمہیں کوئی حکم دوں، تو تم میری اطاعت کروگے؟ پھر اللہ تعالیٰ اس پر ان سے عہد لیگا، اور دوبارہ حکم دیگا کہ جاؤ جہنم میں داخل ہو جاؤ۔ پھر وہ چلینگے جب جہنم کو دیکھیں گے تو پھٹ جائینگے، اور واپس ہو کر کہینگے، اے رب ہم میں تفرقہ پڑ گیا اور ہم طاقت نہیں رکھتے کہ داخل ہو کر جہنم کو بھر دیں۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر وہ پہلی ہی مرتبہ داخل ہو جاتے، تو آگ اُن پر ٹھنڈی سلامتی والی ہو جاتی۔" مستخرج حدیث حضرتِ حاکم فرماتے ہیں کہ بخاری و مسلم کی شرط پر یہ حدیث صحیح ہے۔

ساتویں حدیث :- طبرانی و ابو نعیم، بروایت حضرتِ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ممسوح العقل (دیوانہ) زمانہ فترت میں مرنے والے، اور خورد سالی میں مرنے والے بچے لائے جائینگے۔ پس دیوانہ (ممسوح العقل) کہے گا، اے رب اگر تو مجھے عقل دیتا، تو جو عقلمند نیک بختی کے کام کرتے ہیں، یقیناً میں بھی وہی کرتا

في "شرح مسلم" في مسألة اطفال المشركين: المذهب الصحيح المختار الذي صار اليه المحققون انهم في الجنة لقوله تعالى: "وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا". قال: واذا كان لا يعذب البالغ لكونه لم تبلغه الدعوة فغيره اولى. انتهى. فان قلت: هذا المسلك الذي قدرته هل هو عام في اهل الجاهلية كلهم؟ قلت: لا، بل هو خاص بمن لم تبلغه دعوة نبي اصلا، اما من بلغته منهم دعوة احد من الانبياء السابقين ثم اصر على كفره فهو في النار قطعا؛ وهذا لا نزاع فيه. واما ابوان الشريفان فالظاهر من حالهما ما ذهبت اليه هذه الطائفة من عدم بلوغهما دعوة احد، وذلك لمجموع امور: تأخر زمانهما وبعد ما بينهما وبين الانبياء السابقين، فان آخر الانبياء قبل بعثة نبينا صلى الله عليه وآله وسلم عيسى عليه السلام، وكانت الفترة بينه وبين بعثة نبينا نحو ست مائة سنة، ثم انهما كانا في زمن جاهلية وقد طبق الجهل الارض شرقا وغربا وفقد من يعرف الشرائع ويبلغ الدعوة على وجهها الا نفر يسير من احبار اهل الكتاب مزقت في اقطار الارض كالشام وغيرها؛ ولم يعهد تقلب لهما في الاسفار سوى المدينة، ولا عمرا عمرا طويلا بحيث يقع لهما فيه التنقيب والتفتيش فان والد النبي صلى الله عليه وآله وسلم لم يعش من العمر الا قليلا.

قال الامام الحافظ صلاح الدين العلائي[1] في كتابه "الدرة السنية في مولد خير البرية": كان سن عبد الله حين حملت منه آمنة برسول الله صلى الله عليه وآله وسلم نحو ثمانية عشر عاما، ثم ذهب الى المدينة ليمتار منها تمرا لاهله فمات بها عند اخواله من بني النجار والنبي صلى

[1] هو الحافظ صلاح الدين خليل بن كيكلدي العلائي.

اور اہلِ فترت، اور خورد سال بچے بھی اسی قسم کی بات کہینگے۔ اس پر رب العزت فرمائیگا، اگر (اب بھی) میں تمکو کوئی حکم دوں، تو میری اطاعت کروگے؟ وہ سب کہینگے ہاں! پھر حکم دیگا، جاؤ آگ میں داخل ہو جاؤ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر وہ داخل ہو جاتے، تو آگ اُنھیں کچھ نقصان نہ پہنچاتی، اور اُن پر آگ کے فرائض (یعنی جلانے کے افعال) کو دور کر دیا جاتا، مگر اُنھوں نے یہی گمان کیا کہ وہ ویسا ہی ہلاک کریگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شے کو پیدا فرمایا۔ چنانچہ وہ فوراً (بغیر آگ میں داخل ہوئے) واپس آجائینگے، پھر دوبارہ اللہ تعالیٰ اُنھیں حکم دیگا، پھر وہ یونہی لوٹ آئینگے۔ اسکے بعد اللہ تعالیٰ فرمائیگا کہ میں تمھیں پیدا کرنے سے پہلے ہی جانتا تھا کہ تم میرے حکم پر عمل کرنیوالے نہیں ہو، اور میرے علم میں تھا کہ تم یونہی لوٹ آؤگے (فرشتوں کو حکم دیگا کہ) اِنھیں آگ میں جھونک دو۔ پس فرشتے اُنکو پکڑ لینگے۔

الکیا ہراسی (یعنی علی بن محمد طبری شافعی المتوفی سنہ ۵۰۴ھ) اپنی کتاب "تعلیق" میں، نعمت دینے والے کے شکر کے مسئلۂ اصول میں فرماتے ہیں کہ:-

"واضح رہنا چاہیئے کہ تمام اہلِ سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ احکام کے لیے شریعت میں نقل کے سوا عقل کی گنجائش نہیں ہے، اور نہ عقلی قضیوں کی ضرورت ہے۔ لیکن اہلِ حق کے سوا دیگر طبقے مثلاً روافض، کرامیہ اور معتزلہ وغیرہ کا مذہب یہ ہے کہ احکام کی دو قسمیں ہیں۔ کچھ تو وہ احکام ہیں جنکے لیے شریعت میں نقل کی ضرورت ہے، اور کچھ وہ احکام ہیں، جنکے لیے عقلی قضیوں کی حاجت ہے۔ لیکن ہم جواب میں کہتے ہیں کہ رسول کے آنے سے پہلے کوئی چیز واجب نہیں ہوتی۔ پھر جب رسول تشریف لے آئے اور معجزہ قایم فرمادے، تب عاقل کے لیے غور کا امکان ہے اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ سب سے پہلے واجبات کا علم، سمع یعنی سننے سے حاصل ہوتا ہے پھر جب رسول آجائے تو اُس پر غور کرنا واجب ہے۔ اس اصول پر اگر کوئی یاوہ گو سوال کرے، اور یہ کہے کہ ایسا کوئی واجب نہیں کہ وہ طاعت تو ہو، مگر قربت نہ ہو۔

الله عليه وآله وسلم حمل على الصحيح - انتهى. وامه قريبة من ذلك لا سيما وهي امراة مصونة محجبة في البيت عن الاجتماع بالرجال، والغالب على النساء انهن لا يعرفن ما الرجال فيه من امر الديانات والشرائع خصوصا في زمان الجاهلية الذى رجاله لا يعرفون ذلك فضلا عن نسائه.

ولهذا لما بعث النبى صلى الله عليه وآله وسلم تعجب من بعثته اهل مكة وقالوا: "ابعث الله بشرا رسولا" وقالوا: "ولو شاء الله لانزل ملئكة ما سمعنا بهذا في ابائنا الاولين". فلو كان عندهم علم من بعثة الرسل ما انكروا ذلك، وربما كانوا يظنون ان ابراهيم بعث بما هم عليه فانهم لم يجدوا من يبلغهم شريعة ابراهيم على وجهها لدثورها وفقد من يعرفها اذ كان بينهم وبين زمن ابراهيم عليه السلام ازيد من ثلاثة الاف سنة، فاتضح بذلك صحة دخولهما في هذا المسلك. ثم رأيت الشيخ عز الدين ابن عبد السلام[1] قال في اماليه ما نصه: كل نبى انما ارسل الى قومه الا نبينا صلى الله عليه وآله وسلم، قال: فعلى هذا يكون ما عدا قوم كل نبى من اهل الفترة الا ذرية النبى السابق فانهم مخاطبون ببعثة السابق الا ان تدرس شريعة السابق فتصير الكل من اهل الفترة - هذا كلامه. فبان بذلك ان الوالدين الشريفين من اهل الفترة بلا شك لانهما ليسا من ذرية عيسى ولا من قومه. ثم ترشح مما قال حافظ العصر ابو الفضل احمد بن حجر: ان الظن بهما ان يطيعا عند الامتحان امران: احدهما: ما اخرجه الحاكم في "المستدرك" وصححه عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه - قال قال شاب من الانصار - لم ار رجلا كان اكثر سؤالا لرسول الله

---

[1] هو عبد العزيز بن عبد السلام الشافعي، المتوفى في سنة ستين وست مائة - كذا في "كشف الظنون" في ذكر "امام في ادلة الاحكام" ولم يذكر له الامالي، فلعل ما في المتن تصحيف، والله اعلم -

تو اسکا جواب یہ ہے کہ بلاشبہ وہ پہلی بار غور کرتا کہ یہ سب سے پہلا واجب ہے مطاعت ہے مگر اس میں قربت نہیں ہے، کیونکہ وہ معرفت کے لیے غور کرنا ہے، لہٰذا وہ مطیع ہے، اور قربت اسلیے نہیں ہے کہ وہی مقربِ بنتا ہے جسے اُسکی معرفت ہو جائے۔ (گویا کہ معرفت کے بعد قربت کا درجہ ہے)۔

مصنف رحمۃ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے شیخ وامام نے اس مقام میں کیا خوب کہا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول کے آنے سے پہلے دلوں کے خیالات مختلف و متعارض ہوتے ہیں، اور راستہ وہی کہلاتا ہے جبکہ سوچنے والے کو دل دکھائے مگر جبکہ یہ امکان و قدرت ہو کہ دل پہلے خیال کے برعکس دوسرا خیال لاسکے، تو دل کے خیالات میں تعارض پیدا ہو جاتا ہے، اور عقل حیرت و دہشت میں پڑکر رہجاتی ہے تب اس پر توقف، واجب ہو جاتاہے، یہانتک کہ پردہ اُٹھ جائے، اور راستہ واضح ہو جائے، اور یہ بات رسول کے آنے پر ہی موقوف ہے۔ اس جگہ استاذ ابو اسحاق فرائینی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ بیشک قول "لَا اَدْرِیْ" (میں نہیں جانتا) نصف علم ہے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ میرا علم ایک حد پر جاکر ٹھہر گیا، اور عقل کی جولانیاں دہاں جاکر ختم ہو گئیں۔ اور یہ بات وہی کہتا ہے، جو علم سے واقف ہو، اور عقل کی جولانیوں کو جانتا ہو کہ اس سے آگے علم کی رسائی نہیں ہے اور اسکے پاس ٹھہر جائے۔ انتہٰی

امام فخر الدین رازی "المحصول" میں فرماتے ہیں کہ منعم کا شکر ازروئے عقل واجب نہیں، بخلاف معتزلہ کے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ اگر بعثت سے پہلے واجب کا تحقق و ثبوت ہوتا، تو یقیناً ترک واجب پر عذاب ہوتا، حالانکہ بعثت سے پہلے مرنے والوں پر نہ عذاب ہے اور نہ کوئی واجب۔ لیکن ہمیشہ رہنا تو یہ ظاہر ہے۔ اور عذاب کا نہ ہونا، تو یہ فرمانِ الٰہی ہے کہ:-

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۔ الآیہ	ہم عذاب کرنے والے نہیں جبتک کہ ہم رسول نہ بھیجیں۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منہ :- یا رسول اللہ ! ارأیت ابواک فی النار؟ فقال: ما سألت ربی فیعطینی فیہما وانی لقائم یومئذ المقام المحمود. فہذا الحدیث یشعر بانہ مرتجی لہما الخیر عند قیامہ المقام المحمود، وذلک بان یشفع لہما فیوفقا للطاعۃ اذا امتحنا حینئذ کما یمتحن اہل الفترۃ؛ ولا شک فی انہ یقال عند قیامہ ذلک المقام: سل تعط واشفع تشفع! کما فی الاحادیث الصحیحۃ، فاذا سأل ذلک اعطیہ. الامر الثانی: ما اخرجہ ابن جریر فی تفسیرہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما فی قولہ تعالیٰ: ”ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ“ قال: من رضیٰ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لا یدخل احد من اہل بیتہ النار. ولہذا اعمم الحافظ ابن حجر فی قولہ: الظن باہل بیتہ کلہم ان یطیعوا عند الامتحان. وحدیث ثالث: اخرج ابو سعید فی ”شرف النبوۃ“[1] والملا فی سیرتہ عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: سألت ربی ان لا یدخل النار احدا من اہل بیتی، فاعطانی ذلک اوردہ الحافظ محب الدین الطبری فی کتابہ ”ذخائر العقبیٰ“[2]. وحدیث رابع اصرح من ہذین: اخرج تمام الرازی فی فوائدہ بسند ضعیف عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اذا کان یوم القیامۃ شفعت لابی وامی وعمی ابی طالب واخ لی کان فی الجاہلیۃ، اوردہ المحب الطبری وہو من الحفاظ والفقہاء فی کتابہ ”ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ“ وقال: ان ثبت فہو مأول فی ابی طالب علی ما ورد فی الصحیح من تخفیف

---

[1] قال فی کشف الظنون: شرف النبوۃ من کتب الاحادیث لابی سعید عبد الملک بن ابی عثمان محمد الواعظ الخرکوشی المار ذکرہ کذا فی فضائل العشرۃ - انتہیٰ [2] ذخائر العقبیٰ فی مناقب ذوی القربیٰ مجلد لمحب الدین احمد بن عبد اللہ الطبری المتوفی سنۃ اربع وتسعین وست مائۃ -

باقی رہا بعثت کے بعد عذاب دینا، تو یہ صحیح ہے، ورنہ فرمانِ الٰہی میں خفت واقع ہوگی اور یہ محال ہے۔ انتہیٰ

یہی بات بعد والے متاخرین علماء بھی بیان کرتے ہیں۔ مثلاً "الحاصل والمحصول" کے مصنف، اور صاحبِ بیضاوی اپنے "منہاج" میں، اور قاضی تاج الدین سبکی "شرح مختصر ابنِ الحاجب" میں، شکرِ منعم کے مسئلہ کے تحت بیان کرتے ہیں۔

غرضکہ حاصلِ مسئلہ یہ ہوا کہ جسے "دعوت حق" نہیں پہنچی وہ ہمارے نزدیک اس کی موت نجات پانے والی ہے۔ اور کفار سے جنگ نہیں کی جائیگی جبتک کہ پہلے دعوتِ اسلام نہ دیدیں۔ اسی کے ضمن میں کفارہ اور دیت بھی ہے۔ اور مذہب اصح یہی ہے کہ کافر (حربی) کے قاتل پر قصاص واجب نہیں ہے۔ اور امام بغوی رحمۃ اللہ "التہذیب" میں فرماتے ہیں کہ "لیکن جسے دعوتِ اسلام نہ پہنچی اُس کا قتل جائز نہیں ہے۔ جبتک کہ اُسے دعوتِ اسلام نہ دیجائے۔ لیکن اگر اُسے دعوتِ اسلام سے پہلے قتل کر دیا، تو ایسے قتل میں دیت و کفارہ واجب ہے۔ اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اسکے قتل سے ضمان واجب نہیں ہوتا۔

اور مذکورہ طبقات و فرقوں کی بنیاد یہ ہے کہ اُنکے نزدیک اِن افراد پر عقل کے ذریعہ حجت قایم کی گئی ہے، اور ہمارے نزدیک دعوتِ حق سے پہلے اُن پر کوئی حجت قایم نہیں ہے، کیونکہ حق تعالےٰ فرماتا ہے:۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُولًا۔ الآیہ	اور ہم عذاب کرنے والے جبتک کہ ہم رسول نہ بھیجیں۔

لہٰذا ثابت ہوگیا کہ نبی و رسول کی تشریف آوری سے قبل اُن پر کوئی حجت قایم نہیں ہے۔ انتہیٰ

حضرت رافعی رحمۃ اللہ "شرح" میں فرماتے ہیں کہ جسے دعوتِ اسلام نہ پہنچے اُسکا قتل خبردار کرنے اور اسلام کی دعوت دینے سے پہلے جائز نہیں۔ اور اگر قتل کر دیا تو ضمان لازم ہوگا۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ نے اس سے اختلاف فرمایا ہے

العذاب عنه بشفاعته انتهى" وانما احتاج الى تاويله فى ابى طالب دون الثلاثة ابيه وامه واخيه يعنى من الرضاعة لان اباطالب ادرك البعثة ولم يسلم و الثلاثة ماتوا فى الفترة. وقد ورد هذا الحديث من طريق اخر اضعف من هذا الطريق من حديث ابن عباس رضى الله عنهما اخرجه ابو نعيم وغيره، وفيه التصريح بأن الاخ من الرضاعة؛ فالطرق عدة يشد بعضها بعضا فان الحديث الضعيف يتقوى بكثرة طرقه وامثلها حديث ابن مسعود رضى الله عنه فان الحاكم صححه. ومما ينضم الى ذلك وان لم يكن صريحا فى المقصود ما اخرجه الديلمى عن ابن عمر رضى الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: اوّل من اشفع له يوم القيامة اهل بيتى ثم الاقرب فالاقرب. وما اورده المحب الطبرى فى "ذخائر العقبى" وعزاه لاحمد فى المناقب عن على رضى الله عنه قال قال رسول الله عليه وآله وسلم: يا معشر بنى هاشم! والذى بعثنى بالحق نبيا! لو اخذت بحلقة الجنة مابدأت الا بكم. وما اورده ايضا وعزاه لابن جرير عن جابر بن عبد الله رضى الله عنهما ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال: ما بال اقوام يزعمون ان رحمى لا ينفع بل حتى يبلغ الحكم[1] وهم احد قبيلتين من اليمن انى لاشفع فاشفع حتى ان من اشفع له ليشفع فيشفع حتى ان ابليس ليتطاول طمعا فى الشفاعة.

لطيفة

[1] الحكم محركة: الرجل المسن ومخلاف باليمن. "قاموس" وفى النهاية: (وفيه) شفاعتى لاهل الكبائر من امتى حتى حكم وحاء وهما قبيلتان جافيتان من وراء رمل يبرين.

اور انکے اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ اُس پر عقلی حجت لازم ہے، مگر ہمارے یعنی شوافع کے نزدیک جسے دعوت نہ پہنچے اُس پر نہ حجت ثابت ہے، اور نہ اُس پر گرفت ہوگی، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا الآیہ انتہی

حضرت امام غزالی "البسیط" میں فرماتے ہیں کہ جسے دعوتِ اسلام نہ پہنچی صحیح مسئلہ یہ ہے کہ دیت و کفارہ لازم ہے قصاص نہیں، اسلیے کہ حقیقت میں وہ مسلمان نہیں ہے۔ البتہ وہ معنًی مسلم ہے۔ اور ابن الرفعہ "الکفایہ" میں کہتے ہیں کہ وجہ یہ ہے کہ وہ فترت پر پیدا ہوا، اور اُس سے دشمنی ظاہر نہ ہوئی۔

اور امام نووی رحمۃ اللہ "شرح مسلم" میں مشرکوں کے بچوں کے مسئلہ کے تحت فرماتے ہیں کہ صحیح مذہب مختار وہی ہے جس پر محققین ہیں کہ یہ افراد جنتی ہیں کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ الآیہ۔ فرماتے ہیں کہ جبکہ دعوتِ اسلام کے نہ پہنچنے پر بالغ پر عذاب نہیں ہوتا، تو اسکے غیر پر بدرجہ اولیٰ نہ ہوگا۔ انتہی

اب اگر تم اس بیان کردہ مسئلہ پر یہ کہو کہ کیا یہ جاہلیت کے تمام لوگوں پر عام ہے تو جواب میں کہونگا کہ نہیں، بلکہ یہ صرف اُسی شخص کے ساتھ خاص ہے، جسے نبی کی دعوت سرے سے پہنچی ہی نہ ہو۔ لیکن جسے انبیاءِ سابقین علیہم السلام میں سے کسی نبی کی دعوت پہنچ گئی، پھر وہ اپنے کفر پر اصرار کرے، تو وہ قطعی جہنمی ہے اور اس میں کسی کا نزاع نہیں ہے۔

لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدینِ شریفین کریمین کا حال ظاہر ہے اور اہلِ سنت وجماعت کے ہر عالم کا مذہب یہی ہے کہ انبیاءِ سابقین علیہم السلام میں سے کسی نبی کی بھی اُنھیں دعوت نہیں پہنچی۔ اور ان دونوں کا زمانہ سب سے اخیر ہے کیونکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل آخر الانبیاء سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ہیں، اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان فترت کا زمانہ چھ سو برس کے قریب ہے۔ پھر یہ کہ یہ دونوں ایسے زمانہ جاہلیت میں تھے کہ دوسرے

نقل الزركشي "في الخادم[1]": عن ابن دحية انه جعل من انواع الشفاعات التخفيف عن ابي لهب في كل يوم اثنين لسروره بولادة النبي صلى الله عليه وآله وسلم واعتاقه ثويبة حين بشّرته، قال: وانما هي كرامة له صلى الله عليه وسلم.

تنبيه

ثم رأيت الامام اباعبد الله محمد بن خلف الابي بسط الكلام على هذه المسألة في "شرح مسلم" عند حديث" ان ابي واباك في النار" واورد قول النووي فيه: ان من مات كافرا في النار ولا تنفعه قرابة الاقربين، ثم قال قلت: انظر هذا الاطلاق وقد قال السهيلي: ليس لنا ان نقول ذلك فقد قال صلى الله عليه وآله وسلم: لا تؤذوا الاحياء بسبّ الاموات، وقال الله تعالى: "ان الذين يؤذون الله ورسوله" ولعله يصح ماجاء انه صلى الله عليه وآله وسلم سأل الله سبحانه فاحيا له ابويه فامنا، ورسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فوق هذا ولا يعجز الله سبحانه شئ. ثم اورد قول النووي فيه. ان من مات في الفترة على ماكانت عليه العرب من عبادة الاوثان في النار، وليس هذا من التعذيب قبل بلوغ الدعوة لانه بلغتهم دعوة ابراهيم وغيرهم من الرسل، ثم قال قلت: تأمل ما في كلامه من التنافي فان بلغتهم الدعوة ليسوا باهل الفترة[2]، فان اهل الفترة هم الامم الكائنة بين

[1] خادم الرافعي والروضة في الفروع في اربعة عشر مجلد البدر الدين محمد بن بهادر الزركشي الشافعي المتوفى سنة تسع واربعين وسبع مائة، كما ذكر صاحب كشف الظنون

[2] كذا في المنقول عنه والمعنى مخبوط، والظاهر ان يكون هكذا: فانه ان بلغتهم الدعوة فليسوا باهل الفترة ١٢.

زمین کی ہر جانب جہالت پھیل چکی تھی، اور شریعتوں کی معرفت مفقود ہو چکی تھی، اور صرف چند اہلِ کتاب کے علماء و احبار دعوتِ حق کی تبلیغ کرتے تھے، جو زمین کے مختلف اطراف میں مثلاً شام وغیرہ میں پھیلے ہوئے تھے۔ اور ان دونوں کا سفر مکہ سے مدینہ کے سوا کہیں نہیں گزر ہوا، اور نہ انہوں نے عمرِ طویل پائی کہ جس میں جستجو اور تلاش واقع ہوتی۔ اور حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدِ ماجد حضرت عبد اللہ نے تو بہت ہی تھوڑی عمر گزاری۔

حضرت امام حافظ صلاح الدین علائی رحمۃ اللہ اپنی کتاب "الدرۃ السنیۃ فی مولدِ خیر البریۃ" میں فرماتے ہیں کہ جس وقت حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم شکمِ والدہ ماجدہ سیدتنا آمنہ رضی اللہ عنہا میں رونق افروز ہوئے، اُس وقت آپ کے والدِ ماجد حضرتِ عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی عمر اٹھارہ سال کے قریب تھی۔ پھر مدینہ منورہ اپنی بیوی کے لیے کھجوریں لینے کیلئے گئے تو قبیلۂ بنی نجار میں اپنے ماموں کے گھر انتقال ہو گیا۔ اور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم قولِ صحیح کی بناء پر حمل میں ہی تھے، انتہیٰ۔ اور آپ کی والدہ ماجدہ حضرتِ آمنہ رضی اللہ عنہا کی عمر بھی اتنی ہی تھی۔ وہ مردوں کے اجتماع سے کنارہ کش، پردہ نشین اور گھر میں رہنے والی عورت تھیں۔ اور اکثر عورتیں نہیں جانتی ہیں کہ مردوں کا دین و شریعت کیا ہے۔ خصوصاً ایسے زمانۂ جاہلیت میں جبکہ مرد عورتوں کی قدر و منزلت اور وقعت کچھ جانتے ہی نہ تھے۔

اسی بناء پر جب نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے، اور اعلانِ نبوت فرمایا، تو اہلِ مکہ آپ کی بعثت پر متعجب ہو کر کہنے لگے "اَبَعَثَ اللّٰہُ بَشَرًا رَّسُوْلًا" یعنی کیا اللہ نے بشر کو رسول کر کے مبعوث کیا"۔ اور کہتے "وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِکَۃً مَّا سَمِعْنَا بِھٰذَا فِیْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِیْنَ"۔ یعنی اگر اللہ چاہتا تو فرشتے اتارتا، ہم نے ایسا تو اپنے گزشتہ باپوں سے سنا تک نہیں"۔ لہٰذا اگر انہیں رسولوں کی بعثت کا علم ہوتا، تو ایسا انکار نہ کرتے، حالانکہ بہت سے اہلِ عرب یہ گمان رکھتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام

ازمنة الرسل الذين لم يرسل اليهم الاوّل ولا ادركوا الثانی، كالاعراب الذين لم يرسل اليهم عيسى ولا لحقوا النبی صلی الله عليه وآله وسلم، و الفترة بهذا التفسير تشمل ما بين كل رسولين ولكن الفقهاء اذا تكلموا فی الفترة فانما يعنون التی بين عيسى والنبی صلی الله عليه وآله وسلم.

ولما دلت القواطع على انه لا تعذيب حتى تقوم الحجة، علمنا انهم غير معذبين؛ فان قلت: صحت احاديث بتعذيب اهل الفترة كصاحب المحجن وغيره، قلت: اجاب عن ذلك عقيل بن ابی طالب بثلاثة اجوبة الاوّل: انها اخبار احاد فلا تعارض القاطع، الثانی: قصر التعذيب على هؤلاء - والله اعلم بالسبب، الثالث: قصر التعذيب فی هذه الاحاديث على من بدل وغير الشرائع وشرع من الضلال ما لا يعذر به، فان اهل الفترة ثلاثة اقسام: القسم الاول: من ادرك التوحيد ببصيرته، ثم من هؤلاء من لم يدخل فی شريعة كقس بن ساعدة وزيد بن عمرو بن نفيل، ومنهم من دخل فی شريعة قائمة حقة للرسل كتبع وقومه. القسم الثانی: من بدل وغير واشرك ولم يوحد، وشرع لنفسه فحلل وحرم، وهم الاكثر كعمرو بن لحی اول من سن للعرب عبادة الاوثان وشرع الاحكام فبحر البحيرة وسيب السائبة ووصل الوصيلة وحمى الحامی؛ وزادت طائفة من العرب على ما شرعه ان عبدوا الجن والملائكة وخرقوا البنين والبنات واتخذوا بيوتا جعلوا لها سدنة[1] وحجابا يضاهون الكعبة كاللات والعزى ومناة، القسم الثالث: من لم يشرك ولم يوحد ولا دخل فی شريعة نبی ولا ابتكر لنفسه شريعة ولا اخترع دينا بل بقی عمره على حال غفلة عن

---

[1] سدن سدانا وسدانة: خدم الكعبة او بيت الصنم، وعمل الحجابة فهو سادن، كذا فی القاموس.

اسی دین پر مبعوث تھے جس پر وہ خود ہیں، کیونکہ انھوں نے حقیقی اور محفوظ طریقہ پر حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کو پایا ہی نہ تھا، اور اُنکی شریعت کی معرفت مفقود تھی۔ اسلیے کہ انکے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان تین ہزار سال سے زائد کا فاصلہ تھا۔ لہٰذا اس مسلک و مذہب کے صحت کی خوب وضاحت ہو گئی۔

پھر میں نے اس تصریح کو دیکھا جسے شیخ عزالدین ابن عبدالسلام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے "امالیہ" میں بیان کیا کہ "ہر نبی اپنی ہی قوم کی طرف بھیجا گیا، بجز ہمارے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ فرماتے ہیں کہ اس تقدیر پر ہر نبی کے قوم کے ماسوا لوگ اہلِ فترت ہونگے مگر گزشتہ نبی کی اولاد کیونکہ وہ گزشتہ بعثت کے مخاطب ہیں، مگر جبکہ وہ گزشتہ شریعت کے پڑھنے پڑھانے کو چھوڑ دیں، تو وہ سب اہلِ فترت ہو جائینگے۔ ان کا یہ کلام ظاہر کرتا ہے کہ بلاشک و شبہ حضور کے والدین شریفین اہلِ فترت میں سے تھے، کیونکہ وہ دونوں نہ تو حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کی ذرّیت سے ہیں، اور نہ اُنکی قوم سے۔

پھر یہ کہ جو حافظ العصر ابوالفضل احمد بن حجر رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے اُس سے مترشح ہوتا ہے کہ گمان یہ ہے کہ دو وجہوں سے وہ دونوں بوقتِ امتحان مطیع و فرمانبردارِ حکمِ الٰہی ہوں گے۔

وجہ اول:۔ پہلی وجہ یہ ہے جسے حاکم نے "المستدرک" میں روایت کیا، اور اسکی صحت حضرتِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملی کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری جوان نے حضور صلی اللہ علیہ سے پوچھا (میں نے اس جوان سے زیادہ کسی کو حضور سے سوالات کرتے ہوئے نہیں دیکھا، اس جوان نے پوچھا) یارسول اللہ کیا آپ نے اپنے والدین کو آگ میں دیکھا ہے؟ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! میں اپنے رب سے جو مانگوں گا وہ مجھے والدین کے بارے میں ضرور عطا فرمائے گا۔ اور یقیناً میں اس دن مقامِ محمود میں کھڑا ہونگا۔" یہ حدیث نشاندہی کر رہی ہے کہ مقامِ محمود کے قیام کے وقت، حضور کے والدین کو ضرور بھلائی حاصل ہو گی،

هذا كله، وفي الجاهلية من كان كذلك؛ فاذا انقسم اهل الفترة الى ثلاثة اقسام فيحمل من صح تعذيبه على اهل القسم الثاني لكفرهم بما لا يعذرون به. واما القسم الثالث فهم اهل الفترة حقيقة وهم غير معذبين للقطع كما تقدم، واما القسم الاول فقد قال صلى الله عليه واله وسلم في كل من قس وزيد: انه يبعث امة واحدة، واما تبع ونحوه فحكمهم حكم اهل الدين الذين دخلوا فيه مالم يلحق احد منهم الاسلام الناسخ لكل دين. انتهى ما اورده الابي.

المسلك الثاني

انهما لم يثبت عنهما شرك بل كانا على الحنيفية دين جدهما ابراهيم على نبينا وعليه الصلاة والسلام كما كان على ذلك طائفة من العرب كزيد بن عمرو بن نفيل وورقة بن نوفل وغيرهما، وهذا المسلك ذهبت اليه طائفة، منهم: الامام فخر الدين الرازي فقال في كتابه "اسرار التنزيل" مانصه: قيل ان آزر لم يكن والد ابراهيم بل كان عمه" واحتجوا عليه بوجوه، منها: ان آباء الانبياء ما كانوا كفارا، ويدل عليه وجوه، منها: قوله تعالى: "الذي يراك حين تقوم ٥ وتقلبك في السجدين" قيل: معناه انه كان ينقل نوره من ساجد الى ساجد. وبهذا التقدير الاية دالة على ان جميع اباء محمد صلى الله عليه واله وسلم كانوا مسلمين وحينئذ يجب القطع بان والد ابراهيم ما كان من الكافرين انما ذاك عمه. اقصى ما في الباب: ان يحمل قوله تعالى: "وتقلبك في السجدين" على وجوه اخر، واذا اوردت الروايات بالكل ولا منافاة بينها وجب حمل

اس کی صورت یہ ہوگی کہ جب وقت اہلِ فترت کا امتحان لیا جائیگا، تو ان کا بھی امتحان ہوگا اسوقت حضور انکی شفاعت کرینگے، اور خدا انکو اطاعت کی توفیق عنایت فرمائیگا۔ اس میں کوئی شک و تردد کی گنجائش نہیں کہ مقامِ محمود پر حضور کے قیام کے وقت کہا جائے گا سَلْ تُعْطَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ (مانگیے دیا جائیگا۔ شفاعت کیجیے قبول فرمائی جائے گی) جیسا کہ صحیح احادیث میں مروی ہے۔ لہٰذا جب حضور اس کا سوال کرینگے تو حق تعالےٰ انھیں عطا فرمائے گا۔

دوسری وجہ:۔ دوسری وجہ یہ ہے جسے ابنِ جریر نے اپنی تفسیر میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔ (پ۳۰۔ سورۃ والضحیٰ) اور یقیناً عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائینگے

فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا اس میں ہے کہ آپ کے اہلِ بیت کا کوئی فرد جہنم میں نہ داخل ہو۔ اسی بنا پر حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے تعمیم فرمائی ہے کہ اس قول سے یہ گمان مستفاد ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام گھر والے (اہلِ بیت) بوقتِ امتحان اطاعتِ الٰہی بجالائینگے۔

تیسری حدیث:۔ حضرت ابو سعید نے "شرف النبوۃ" میں اور ایک جماعت نے حضور کی سیرتِ مبارکہ میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں اپنے رب سے سوال کرونگا کہ میرے اہلِ بیت کا کوئی فرد جہنم میں نہ جائے، بس اللہ تعالےٰ میرے سوال کو قبول فرمائیگا۔" اس حدیث کو حافظ محب الدین طبری اپنی کتاب "ذخائر العقبیٰ" میں لائے ہیں۔

چوتھی حدیث:۔ جو ان دونوں سے زیادہ صریح ہے یہ ہے جسے تمام رازی نے اپنی کتاب "فوائد" میں بسندِ ضعیف سیدنا ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا

الاٰية على الكل؛ ومتى صح ذلك ثبت ان والد ابراهيم ما كان من عبدة الاوثان.

ثم قال: ومما يدل على ان اٰباء محمد صلى الله عليه وآله وسلم ما كانوا مشركين قوله عليه السلام: لم ازل انقل من اصلاب الطاهرين الى ارحام الطاهرات، وقال تعالى: "انما المشركون نجس"، فوجب ان لا يكون احد من اجداده مشركا.

هذا كلام الامام فخر الدين الرازی بحروفه، وناهيك به امامة وجلالة! فانه امام اهل السنة فی زمانه، والقائم بالرد على الفرق المبتدعة فی وقته، والناصر لمذهب الاشاعرة فی عصره؛ وهو العالم المبعوث على راس المائة السادسة ليجدد لهذه الامة امور دينها. وعندی فی نصرة هذا المسلك وما ذهب اليه الامام فخر الدين امور، احدها: دليل استنبطه مركب من مقدمتين؛ الاولى: ان الاحاديث الصحيحة دلت على ان كل اصل من اصول النبی صلى الله عليه وآله وسلم من اٰدم الى ابيه عبد الله فهو خير اهل قرنه وافضلهم، ولا احد فی قرنه ذلك خير منه ولا افضل؛ الثانية: ان الاحاديث والاٰثار دلت على انه لم تخل الارض من عهد نوح او اٰدم الى بعثة النبی صلى الله عليه وآله وسلم الى ان تقوم الساعة من ناس على الفطرة يعبدون الله ويوحدونه ويصلون له، وبهم تحفظ الارض، ولولاهم لهلكت الارض ومن عليها. واذا قرنت بين هاتين المقدمتين انتج منهما قطعا بان اٰباء النبی صلى الله عليه وآله وسلم لم يكن فيهم مشرك، لانه قد ثبت فی كل منهم انه خير قرنه؛ فان كان الناس الذين على الفطرة هم اٰباؤهم فهو المدعى، وان كان غيرهم وهم على الشرك لزم احد الامرين: اما ان يكون المشرك خيرا من المسلم وهو باطل بالاجماع، واما ان يكون غيرهم خيرا منهم وهو باطل لمخالفته الاحاديث الصحيحة؛ فوجب قطعا ان لا يكون فيهم

کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جب قیامت ہوگی تو میں اپنے والد و والدہ اور چچا ابو طالب اور اپنے اُس بھائی کیلیے جو زمانہ جاہلیت میں گزر گیا، حق تعالیٰ سے شفاعت کرونگا۔" اس حدیث کو المحب طبری جو کہ حفاظِ حدیث اور فقہاءِ ملت میں سے ہیں، اپنی کتاب "ذخائر العقبیٰ" میں لائے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ اگر یہ ثابت ہے، تو حضرتِ ابو طالب کے بارے میں مأوّل ہوگی، جیسا کہ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے اُن کا عذاب کم ہو جائیگا۔ انتہیٰ

بلا شبہ حضرتِ ابو طالب کے بارے میں یہ حدیث محتاجِ تاویل ہوگی، نہ کہ بقیہ تینوں شخصوں کے، یعنی آپ کے والد و والدہ اور وہ رضاعی بھائی کے لیے، کیونکہ یہ تینوں زمانۂ فترت میں انتقال کر چکے ہیں۔ اور حضرت ابو طالب نے زمانۂ بعثت پایا مگر اسلام نہ لائے۔

یہ درست ہے کہ یہ حدیث دوسری سندوں سے، اس سند کے سوا حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ ضعیف ہے، جیسے ابو نعیم وغیرہ نے تخریج کی ہے اور اُس میں تصریح ہے کہ بھائی سے مُراد رضاعی بھائی ہے۔ لہٰذا متعدد طرق سے احادیث کی روایت ایک دوسرے کو قوی و مضبوط بناتی ہے۔ کیونکہ ضعیف حدیث کثرتِ طرق کے ساتھ قوی ہو جاتی ہے، اور یہ کہ اس کی مثل حضرتِ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، جس کی حاکم نے تصحیح کی ہے۔

اور اسی ضمن کی یہ حدیث بھی ہے، اگرچہ اس میں مقصود کی صراحت نہیں ہے، جسے دیلمی نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جس کی شفاعت کرونگا وہ میرے اہلِ بیت ہیں، ثم الاقرب فالاقرب۔

اور وہ جو محب الدین طبری نے "ذخائر العقبیٰ" میں روایت کیا ہے، اور امام احمد نے مناقب میں عزیز رکھا ہے، حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ سے منقول ہے

مشرك ليكونوا خيرا اهل الارض فی كل قرنه.

ذكر أدلّة المقدّمة الاولیٰ

اخرج البخاری فی صحيحه عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وآله وسلم: بعثت من خير قرون بنی ادم قرنا فقرنا حتی بعثت من القرن الذی كنت فيه. واخرج البيهقی فی "دلائل النبوة" عن انس رضی الله عنه ان النبی صلی الله عليه وآله وسلم قال: ما افترق الناس فرقتين الا جعلنی الله فی خيرهما فاخرجت من بين ابوی فلم يصبنی شئ من عهد الجاهلية وخرجت من نكاح ولم اخرج من سفاح من لدن ادم حتی انتهيت الی ابی وامی؛ فانا خيركم نفسا وخيركم ابا. واخرج ابونعيم فی "دلائل النبوة" من طرق عن ابن عباس رضی الله عنهما قال قال النبی صلی الله عليه وآله وسلم لم يزل الله ينقلنی من الاصلاب الطيبة الی الارحام الطاهرة مصفی مهذبا لا تتشعب شعبتان الا كنت فی خيرهما. واخرج مسلم والترمذی وصححه عن واثلة بن الاسقع رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وآله وسلم: ان الله اصطفی من ولد ابراهيم اسمعيل واصطفی من ولد اسمعيل بنی كنانة واصطفی من بنی كنانة قريشا واصطفی من قريش بنی هاشم واصطفانی من بنی هاشم. وقد اخرجه الحافظ ابو القاسم حمزة بن يوسف السهمی فی فضائل العباس من حديث واثلة بلفظ: ان الله اصطفی من ولد اسمعيل نزارا ثم اصطفی من ولد نزار مضر ثم اصطفی من مضر كنانة ثم اصطفی من كنانة قريشا ثم اصطفی من قريش بنی هاشم ثم اصطفی من بنی هاشم بنی عبد المطلب ثم اصطفانی

گروہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اے بنی ہاشم کے لوگو! قسم ہے اُس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی بنا کر مبعوث فرمایا اگر میں کسی جنتی گروہ کو بھیجوں گا، تو سب سے پہلے تم ہی کو بھیجوں گا۔

اور یہ بھی اُنھوں نے روایت کیا، اور اسے ابنِ جریر نے عزیز کہا ہے جو حضرتِ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُن لوگوں کا کیا حال ہے، جو یہ گمان رکھتے ہیں کہ میری قرابت نفع نہیں دے گی، بلکہ یہاں تک ہے کہ حکم پہنچ جائے۔ اور وہ یمن کے دو قبیلوں میں سے ایک ہے۔ بیشک میں شفاعت کرونگا، لہٰذا مجھ سے شفاعت مانگو، تاکہ میں اُس کی شفاعت کروں، جو بھی شفاعت چاہیگا اُس کی شفاعت قبول ہوگی۔ یہانتک کہ ابلیس بھی شفاعت کی طمع کرے گا۔

لطیفہ:۔ زرکشی نے "الخادم" میں حضرتِ ابنِ دحیہ سے نقل کیا ہے کہ شفاعت کے اقسام میں سے ایک قسم عذاب کی تخفیف ہے جیسا کہ ابو لہب کے عذاب میں ہر پیر (دوشنبہ) کے دن کمی ہوتی ہے، کیونکہ اُس نے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی منائی اور اپنی باندی ثویبہ کو، جو آپ کی ولادت کی خوشخبری لائی تھی آزاد کیا۔ کہتے ہیں کہ یہ تخفیفِ عذاب، نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کرامت کی وجہ سے ہے۔

تنبیہ:۔ پھر یہ کہ میں نے دیکھا ہے کہ امام ابو عبداللہ محمد بن خلف آبی نے اس مسئلہ پر مسلم کی شرح میں زیرِ حدیث اِنّ ابی واباک فی النار (میرے اور تیرے باپ آگ میں ہیں) طویل بحث کی ہے۔ اور اس میں امام نووی کے اس قول پر اعتراض کیا ہے کہ "بیشک جو کافر ہو کر مرے وہ جہنم میں ہے، اور اُسے مقربوں کی قرابت نفع نہ پہنچائے گی"۔ پھر کہا کہ میں کہتا ہوں کہ اس اطلاق پر غور کرو۔ حالانکہ سہیلی فرماتے ہیں کہ ہمیں لائق نہیں کہ ہم یہ کہیں۔ بلاشبہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم

من بني عبد المطلب اورده المحب الطبري في "ذخائر العقبى". واخرج ابن ابن سعد في طبقاته عن ابن عباس رضي الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه واله وسلم: خير العرب مضر وخير مضر بنو عبد مناف وخير بني عبد مناف بنو هاشم وخير بنو هاشم بنو عبد المطلب، والله ما افترق فرقتان منذ خلق الله ادم الا كنت في خيرهما. واخرج الطبراني والبيهقي وابو نعيم عن ابن عمر رضي الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه واله وسلم: ان الله خلق الخلق فاختار من الخلق بني ادم واختار من بني ادم العرب واختار من العرب مضر واختار من مضر قريشا واختار من قريش بني هاشم واختارني من بني هاشم، فانا من خيار الى خيار. واخرج الترمذي وحسنه والبيهقي عن العباس بن عبد المطلب رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه واله وسلم: ان الله حين خلقني جعلني من خير خلقه، ثم حين خلق القبائل جعلني من خيرهم قبيلة، وحين خلق الانفس جعلني من خير انفسهم، ثم حين خلق البيوت جعلني من خير بيوتهم فانا خيرهم بيتا وخيرهم نفسا. واخرج الطبراني والبيهقي وابو نعيم عن ابن عباس رضي الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه واله وسلم: ان الله قسم الخلق قسمين فجعلني في خيرهما قسما، ثم جعل القسمين اثلاثا فجعلني في خيرها ثلثا، ثم جعل الاثلاث قبائل فجعلني في خيرها قبيلة، ثم جعل القبائل بيوتا فجعلني في خيرها بيتا. واخرج ابو علي بن شاذان فيما اورده المحب الطبري في "ذخائر العقبى" وهو في مسند البزار عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: دخل ناس من قريش على صفية بنت عبد المطلب فجعلوا يتفاخرون ويذكرون الجاهلية، فقالت



نے فرمایا لَا تُؤذُوا الاحیاءَ بسببِ الاموات یعنی مردوں کو برا کہکر زندوں کو تکلیف و ایذا نہ پہنچاؤ۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ | بیشک جو لوگ اللہ اور اسکے رسول کو ایذا دیتے ہیں

اور ممکن ہے وہ روایت جو مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور اللہ تعالےٰ نے آپ کیلیے آپ کے والدین کو زندہ کردیا اور وہ ایمان لے آئے" صحیح ہو۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام اس سے بلند ہے، اور کوئی چیز حق تعالےٰ کو عاجز نہیں کرتی۔

پھر امام نووی کے قول پر اعتراض کیا کہ انکے قول میں ہے کہ بلاشبہ جو زمانۂ فترت میں اُس حال پر مرے جس پر عام اہل عرب تھے کہ بتوں کی پرستش کرتے تھے، وہ جہنم میں ہیں۔ اور یہ عذاب دینا دعوت کے پہنچنے سے قبل نہیں ہے، اسلیے کہ انھیں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور دیگر نبی و رسول کی دعوت پہنچ چکی ہے" اسکے بعد کہا کہ میں کہتا ہوں کہ انکے کلام میں جو تضاد و منافات ہے اُس پر غور کرو۔ اسلیے کہ اگر انھیں دعوت پہنچ جائے تو وہ اہلِ فترت نہیں رہتے۔ کیونکہ اہل فترت تو وہی امتیں کہلاتی ہیں جو ایسے رسولوں کے درمیانی زمانہ میں ہوں کہ انکے پاس نہ تو پہلے کوئی رسول آیا ہو، اور نہ دوسرے حال کے رسولوں کا زمانہ پایا ہو۔ مثلاً وہ بدوی (اعرابی) لوگ، جنکی طرف نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے، اور نہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ مبارکہ پایا۔

فترت کی اس تفسیر کے لحاظ سے ہر دو رسولوں کے درمیانی زمانہ شامل ہو جاتا ہے لیکن فقہاء جب فترت میں کلام کرتے ہیں، تو اُن کی مراد حضرت عیسٰی علیہ السلام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا درمیانی زمانہ ہوتا ہے۔

اور جبکہ یہ بات قطعی دلالت سے ثابت ہو چکی ہے کہ حجت کے قایم ہونے سے پہلے عذاب نہیں دیا جاتا، تو ہم نے جان لیا کہ وہ مستحق عذاب نہیں ہیں۔ اب اگر تم یہ کہو

صفية: منا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم، فقالوا: تنبت النخلة او الشجرة - في الارض اللياء؛ فذكرت ذلك صفية لرسول الله صلى الله عليه وآله وسلم، فغضب وامر بلالا فنادى في الناس، فقام على المنبر فقال: ايها الناس! من أنا؟ قالوا: أنت رسول الله، قال: انسبوني! قالوا: محمد بن عبد الله بن عبد المطلب، قال: فما بال اقوام ينزلون اصلي! فوالله! اني لافضلهم اصلا وخيرهم موضعا. واخرج الحاكم عن ربيعة بن الحارث[1] قال: بلغ النبي صلى الله عليه وآله وسلم ان قوما نالوا منه فقالوا: انما مثل محمد كمثل نخلة تنبت في اللياء، فغضب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وقال: ان الله خلق خلقه فجعلهم فرقتين فجعلني في خير الفرقتين، ثم جعلهم قبائل فجعلني في خيرهم قبيلا، ثم جعلهم بيوتا فجعلني في خيرهم بيوتا؛ ثم قال: انا خيركم قبيلا وخيركم بيتا.

واخرج الطبراني في "الاوسط" والبيهقي في "الدلائل" عن عائشة رضي الله عنها - قالت قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: قال لي جبريل: قلبت الارض مشارقها ومغاربها فلم أجد رجلا افضل من محمد صلى الله عليه وآله وسلم، ولم أجد نبي أب افضل من بني هاشم.

قال الحافظ ابن حجر في اماليه: لوائح الصحة ظاهرة على صفحات هذا المتن، ومن المعلوم ان الخيرية والاصطفاء والاختيار من الله والافضلية عنده لا يكون مع الشرك.

[1] في تجريد اسد الغابة في أسماء الصحابة رضي الله عنهم: ربيعة بن الحارث بن عبد المطلب الهاشمي كان امن من عمه العباس بسنتين، وقال النبي صلى الله عليه وآله وسلم: نعم العبد ربيعة لو قصر من شعره وشمر ثوبه! وتوفي سنة ثلاث وعشرين رضي الله عنه وعنا به آمين ـــ

کہ اہل فترت کے عذاب دیئے جانے پر صحیح احادیث ہیں، جیسے صاحب مجنون وغیرہ، تو جواب میں کہونگا کہ عقیل بن ابی طالب نے اسکا جواب تین طریقہ پر دیا ہے۔ پہلا تو یہ کہ ایسی تمام احادیث، اخبارِ احاد ہیں جو قطعی کے معارض نہیں ہو سکتیں۔ دوسرا یہ کہ اُنہی لوگوں کے ساتھ عذاب مخصوص ہے (جنکے نام احادیث میں آگئے ہیں) اور تعذیب کی وجہ کو خدا ہی زیادہ جانتا ہے۔ تیسرا یہ کہ احادیث میں عذاب کی تخصیص اُنہی لوگوں کیلئے ہے، جنھوں نے دانستہ طریقِ حق کو بدلا اور شریعت میں تغیر کیا، اور بلا عذر گمراہی کو پھیلایا کیونکہ اہلِ فترت کی تین قسمیں ہیں۔

اقسام اہلِ فترت

اہلِ فترت کی ایک قسم یہ ہے کہ جس نے اپنی بصیرت سے توحید کو سمجھا، پھر کچھ ان میں سے ایسے ہیں جو کسی کی شریعت میں داخل نہ ہوئے، جیسے قس بن ساعدہ اور زید بن عمرو بن نفیل، اور کچھ ان میں سے ایسے ہیں جو کسی رسول کی شریعتِ حقہ قائمہ میں داخل ہوئے جیسے تبع اور اسکی قوم دوسری قسم وہ ہے جنھوں نے تغیر و تبدل اور شرک کیا، اور توحید پر قائم نہ رہے اور من گھڑت شریعت بنائی، جسے چاہا حلال جانا، جسے چاہا حرام جانا۔ ایسے لوگ بہت کثرت سے ہیں، جیسے عمرو بن لحی۔ سب سے پہلے جس نے اہلِ عرب میں بت پرستی کا طریقہ رائج کیا اور اُسکے احکام گھڑے، وہ بحرا البحیرۃ، سیب السائبۃ وصل الوصیلہ اور حمی الحامی ہے۔ اور عرب کی بہت بڑی جماعت اسکی من گھڑت شریعت کی پیروکار بن گئی، اور وہ جنّات اور فرشتوں کو پوجنے لگے۔ عورت و مرد کی تصویریں (بت) بنائیں، اور انکے لیے بتخانے تیار کیے، اور پردے لٹکائے، اور خانہ کعبہ میں لات و عزیٰ اور منات جیسے بت رکھے۔

تیسری قسم کے وہ لوگ ہیں جنھوں نے نہ تو شرک کیا، اور نہ توحید کا اظہار کیا اور نہ کسی نبی کی شریعت میں داخل ہوئے، اور نہ اپنے آپ کوئی شریعت گھڑی، اور نہ کسی دین کا اختراع کیا، بلکہ اپنی تمام عمر کو ان سب سے غفلت کی حالت میں

ذکر ادلة المقدمة الثانية

قال عبد الرزاق فی "المصنف" عن معمر عن ابن جريج قال: قال ابن المسيب قال علی ابن ابی طالب رضی الله عنه - لم يزل علی وجه الدهر فی الارض سبعة مسلمون فصاعداً، فلولا ذلك هلكت الارض ومن عليها. هذا اسناد صحيح علی شرط الشيخين، ومثله لا يقال من قبل الرأی فله حكم الرفع؛ وقد اخرجه ابن المنذر فی تفسيره عن الدبری[1] عن عبد الرزاق به. وأخرج ابن جرير فی تفسيره عن شهر بن حوشب قال: لم يبق الارض الا وفيها اربعة عشر يدفع الله بهم عن اهل الارض ويخرج بركتها الا زمن ابراهيم فانه كان وحده. وأخرج ابن المنذر فی تفسيره عن قتادة فی قوله تعالیٰ: "قلنا اهبطوا منها جميعا فاما يأتينكم منی هدی فمن تبع هدای" - الاية، قال: ما زال لله فی الارض اولياء منذ هبط آدم ما اخلی الله الارض لابليس الا وفيها اولياؤه يعملون لله بطاعته. وقال الحافظ ابو عمر بن عبد البر: روی ابن القاسم عن مالك قال بلغنی عن ابن عباس رضی الله عنهما - انه قال: لا يزال لله فی الارض ولی ما دام فيها للشيطن ولی. وأخرج الامام احمد بن حنبل فی "الزهد" والخلال فی كتاب "كرامات الاولياء" بسند صحيح علی شرط الشيخين عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: ما خلت الارض من بعد نوح من سبعة يدفع الله تعالیٰ بهم عن اهل الارض؛ هذا ايضا له حكم الرفع.

[1] هو اسحاق بن ابراهيم الدبری، يروی عن عبد الرزاق بن همام، كما فی تهذيب التهذيب.

باقی رکھا، اور زمانۂ جاہلیت میں اسی حال پر رہے۔

اب جبکہ اہلِ فترت کے تین قسم کے لوگ ٹھہرے، تو دوسری قسم کے لوگوں پر عذاب دیئے جانے کا حکم صحت پر محمول ہوگا، کیونکہ اُنھوں نے کفر کیا، اور اسمیں وہ معذور متصور نہ ہونگے۔ اور تیسری قسم کے لوگ، درحقیقت یہی لوگ اہلِ فترت ہیں یہ غیر مستحقِ عذاب ہیں قطعی طور پر جیساکہ ماسبق میں گذرا۔ اب رہے پہلی قسم کے لوگ! تو ان جیسوں کے لیے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر وہ شخص جو قس اور زید کے مشابہ ہوگا، اُنھیں ایک اُمت بناکر اٹھایا جائیگا، لیکن قومِ تبع وغیرہ، ان کا حکم اُن دین والوں کی مانند ہوگا، گویا کہ دین میں داخل ہیں، جبتک کہ ان میں سے کوئی اسلام کو نہ پائے، کیونکہ اسلام ہر دین کو منسوخ کرنیوالا ہے۔ انتہیٰ ما سے الآبی نے بیان کیا۔

دوسرا مسلک و مذہب

نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدینِ کریمین رضی اللہ عنہما سے بلاشبہ شرک کا صدور ثابت نہیں ہے، بلکہ وہ دونوں اپنے جدِ امجد سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے دینِ حنیف پر گامزن تھے۔ جسطرح عرب کی ایک اور جماعت اس پر قایم تھی، مثلاً زید بن عمرو بن نفیل، ورقہ بن نوفل وغیرہ۔ اس مسلک پر ایک جماعت کا مذہب ہے۔

انہی میں سے امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ ہیں، وہ اپنی کتاب "اسرار التنزیل" میں اس مسلک کی خوب وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ "کہا گیا ہے کہ آذر (حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہ تھا بلکہ آپ کا چچا تھا (آپ کے والد تارخ تھے) اس پر علماء نے چند وجوہ سے حجت قایم کی ہے، چنانچہ اُن وجوہ میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے آباؤ اجداد کافر نہ ہوتے تھے، اس پر چند دلائل قایم کیے ہیں مثلاً اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

اَلَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَ | یہی لوگ ہیں جو آپ کو کھڑا دیکھتے ہیں اور

وأخرج الأزرقی[1] فی "تاریخ مکة" عن زهیر بن محمد[2] قال: لم یزل علی وجه الارض سبعة مسلمون فصاعداً، لولا ذلك لاهلکت الارض ومن علیها. وأخرج الجندی فی "فضائل مکة" عن مجاهد قال: لم یزل علی الارض سبعة مسلمون فصاعداً، لولا ذلك لهلکت الارض ومن علیها. وأخرج الامام احمد فی "الزهد" عن کعب رضی الله عنه - قال: لم یزل بعد نوح فی الارض اربعة عشر یدفع بهم العذاب. واخرج الخلال فی کتاب "کرامات الاولیاء" عن زاذان قال: ماخلت الارض بعد نوح من اثنی عشر فصاعداً یدفع الله بهم عن أهل الارض. وأخرج ابن المنذر فی تفسیره بسند صحیح عن ابن جریج فی قوله: "رب اجعلنی مقیم الصلوٰة ومن ذریتی"، قال: فلا یزال من ذریة ابراهیم علی نبینا وعلیه الصلاة والسلام ناس علی الفطرة یعبدون الله. وانما وقع التقیید فی هذه الآثار الثلاثة بقوله من بعد نوح، لانه من قبل نوح کان الناس کلهم علی الهدی.

اخرج البزار فی مسنده وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم فی تفاسیرهم والحاکم فی "المستدرك" وصححه عن ابن عباس رضی الله عنهما فی قوله تعالی: "کان الناس امة واحدة"، قال: کان بین ادم ونوح عشرة قرون کلهم علی شریعة من الحق فاختلفوا فبعث الله النبیین، قال: وکذلك هی فی قراءة عبد الله بن مسعود رضی الله عنه: "کان الناس امة واحدة فاختلفوا". وأخرج ابو یعلی والطبرانی وابن ابی حاتم بسند صحیح عن ابن عباس فی قوله تعالی: "کان الناس امة واحدة"، قال: علی الاسلام کلهم.

[1] هو الامام ابو الولید محمد بن عبد الکریم الازرقی المتوفی فی سنة ثلاث وعشرین ومائتین - کذا فی کشف الظنون [2] ذکره صاحب التجرید فی زهیر الثقفی مختصرا -

آپ کو ساجدوں کی پشتوں میں منتقل کیا	تَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ

اس کے معنی یہ ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ پاک ایک ساجد سے دوسرے ساجد تک منتقل ہوتا رہا۔

اس تقدیر پر یہ آیتِ کریمہ دلالت کرتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء و اجداد مسلمان تھے۔ اسطرح قطعی طور پر ظاہر ہو جاتا ہے کہ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کے والد کافروں میں سے نہ تھے۔ بلاشبہ آزر آپ کا چچا تھا۔

خلاصۂ کلام یہ کہ ارشادِ باری تعالیٰ تَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ کو دوسری جہات پر محمول کیا جائیگا۔ اور جب تمام روایتیں موجود ہیں، اور ان میں تعارض و منافات بھی نہیں ہے، تو واجب ہے کہ آیتِ کریمہ کو سب پر محمول کریں۔ اُسوقت یہ بات درجۂ صحت کو پہنچ جاتی ہے کہ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کے والد بت پرستوں میں نہ تھے پھر فرماتے ہیں کہ اسی زمرہ کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و اجداد مشرکوں میں سے نہ تھے، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا۔ اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ، یعنی "بلاشبہ مشرک ناپاک ہیں" تو واجب ہے کہ حضور کے اجداد میں کوئی مشرک نہ ہو۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ کا یہ بعینہٖ کلام ہے، اور تمہیں انکی امامت و جلالت چون وچرا سے باز رکھتی ہے، کیونکہ بلاشبہ وہ اپنے زمانہ میں اہلِ سنت کے امام، اپنے وقت میں مبتدع فرقوں کے رد میں قائم، اپنے زمانہ میں اشاعرہ کے مذہب کے ناصر، اور چھٹی صدی کے سر پر ایسے مجدد و عالم مبعوث ہوئے تھے کہ اس امت کے دینی امور کو تازہ کر دیا تھا، اور میرے نزدیک اس مسلک کی تائید میں، اور وہ جو امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ کا مذہب ہے کچھ امور اور بھی ہیں۔ ایک تو وہ دلیل ہے جسے میں نے دو مقدموں میں استنباط

وأخرج ابن أبی حاتم عن قتادة فی الآية قال: ذكر لنا انه كان بين آدم ونوح عشرة قرون كلهم على الهدی وعلى شريعة من الحق ثم اختلفوا بعد ذلك فبعث الله نوحا وكان اول رسول ارسله الله الى اهل الارض.

وأخرج ابن سعد[1] فی "الطبقات" من وجه آخر عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: ما بين نوح الى آدم من الآباء كانوا على الاسلام. وأخرج ابن سعد من طريق سفيان بن سعيد الثوری عن ابيه عن عكرمة قال: بين آدم ونوح عشرة قرون كلهم على الاسلام. وفی التنزيل حكاية عن نوح على نبينا وعليه الصلاة والسلام: "رب اغفر لی ولوالدی ولمن دخل بيتی مؤمنا" وولد نوح سام مؤمن بالاجماع والنص لانه نجا مع ابيه فی السفينة ولم ينج فيها الا مؤمن، وفی التنزيل: "وجعلنا ذريته هم الباقين" بل ورد فی اثر: انه كان نبيا، اخرجه ابن سعد فی "الطبقات" والزبير بن بكار فی "الموفقيات"[2] وابن عساكر فی "تاريخه" عن الكلبی: وولده ارفخشد صرح بايمانه فی اثر عن ابن عباس اخرجه ابن عبد الحكم فی "تاريخ مصر"، وفيه: انه ادرك جده نوحا وانه دعا له ان يجعل الله الملك والنبوة فی ولده؛ ومن ولد ارفخشد الى تارخ ورد التصريح بايمانهم فی اثر. أخرج ابن سعد فی "الطبقات" من طريق الكلبی عن ابی صالح عن ابن عباس رضی الله عنهما: ان نوحا على نبينا وعليه الصلاة والسلام

---

[1] هو ابو عبد الله محمد بن سعد الزهری البصری، صاحب طبقات الصحابة والتابعين كاتب الواقدی، المتوفی سنة ثلاثين ومائتين، انتهی ما فی كشف الظنون ملخصا. [2] فی كشف الظنون: موفقيات فی الحديث للزبير بن بكار الاسدی المتوفی سنة ست وخمسين ومائتين رحمه الله تعالى.

کیا ہے۔ پہلا مقدمہ یہ کہ احادیثِ صحیحہ دلالت کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصول میں سے ہر اصل، سیدنا آدم علیہ السلام سے آپ کے والدِ ماجد سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ تک اپنے زمانہ میں سب سے بہتر و افضل رہے ہیں اور ہر ایک کے زمانہ میں کوئی دوسرا ان سے بہتر و افضل نہ تھا۔

دوسرا مقدمہ یہ کہ احادیث و آثار دلالت کرتی ہیں کہ روئے زمین پر حضرتِ نوح یا حضرت آدم علیہما السلام کے عہد سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ تک، پھر قیامِ قیامت تک ہمیشہ کچھ لوگ دینِ فطرت پر رہے اور رہینگے، تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں، توحید کو مانیں، اور نمازیں پڑھیں۔ انہی کی وجہ سے زمین قائم ہے، اور اگر وہ نہ ہوتے تو زمین بھی ہلاک ہو جاتی، اور اس پر رہنے والے بھی ہلاک ہو جاتے۔

جب ان دونوں مقدموں کو ملایا جائے تو قطعی طور پر نتیجہ بر آمد ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و اجداد میں سے کوئی بھی مشرک نہ تھا۔ اسلیے کہ یہ بات ہر ایک کے لیے ثابت ہے کہ وہ زمانہ میں سب سے بہتر رہا ہے۔ لہٰذا وہ حضرات جو دینِ فطرت پر رہے ہیں، اگر وہ آپ کے اجداد ہیں؟ تو یہی ہماری مراد ہے، اور اگر انکے سوا لوگ ہیں، اور (معاذ اللہ) وہ اجداد و آباء شرک پر ہیں؟ تو دو باتوں میں ایک بات ضرور لازم آتی ہے۔ (۱) یا تو مشرک مسلمان سے بہتر ہوگا حالانکہ یہ بالاجماع باطل ہے۔ (۲) یا یہ کہ وہ غیر ان آباء و اجداد سے بہتر ہونگے حالانکہ یہ بھی احادیثِ صحیحہ کے مخالف ہونے کی وجہ سے باطل ہے۔ لہٰذا قطعی طور پر واجب ہے کہ ان آباء و اجداد میں سے کوئی بھی مشرک نہ ہو، تاکہ روئے زمین پر ہر زمانہ میں وہی سب سے افضل ہوں۔

پہلے مقدمے کے دلائل امام بخاری نے اپنی "صحیح" میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ انھوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدم علیہ السلام کے زمانہ سے

لما هبط من السفينة هبط الى قرية[1] فبنى كل رجل منهم بيتا فسميت "سوق الثمانين"، فغرق بنو قابيل كلهم، وما بين نوح الى آدم من الآباء كانوا على الاسلام، فلما ضاقت بهم سوق الثمانين تحولوا الى بابل فبنوها فكثروا بها حتى بلغوا مائة الف وهم على الاسلام ولم يزالوا على الاسلام وهم ببابل حتى ملكهم نمرود بن كوش بن كنعان بن حام[2] بن نوح فدعاهم نمرود الى عبادة الاوثان ففعلوا. هذا لفظ الاثر، فعرف من مجموع هذه الآثار ان اجداد النبي صلى الله عليه وآله وسلم كانوا مؤمنين بيقين من آدم الى زمن نمرود، وفي زمنه كان ابراهيم عليه السلام وآزر، فان كان آزر والد ابراهيم فيستثنى من سلسلة النسب، وان كان عمه فلا استثناء في هذا القول اعني ان آزر ليس ابا ابراهيم كما ورد عن جماعة من السلف:

اخرج ابن ابي حاتم بسند ضعيف عن ابن عباس رضي الله عنهما في قوله تعالى: واذ قال ابراهيم لابيه آزر" قال: ان ابا ابراهيم لم يكن اسمه آزر وانما كان اسمه تارخ. واخرج ابن ابي شيبة وابن المنذر وابن ابي حاتم من طرق بعضها صحيح عن مجاهد قال: ليس آزر ابا ابراهيم. واخرج ابن المنذر بسند صحيح عن ابن جريج في قوله تعالى: "واذ قال ابراهيم لابيه آزر" قال: ليس آزر بابيه انما هو ابراهيم ابن تيرح - او تارخ - بن شارخ بن ناخور بن فالخ. واخرج ابن ابي حاتم بسند صحيح عن السدي[3] انه

---

[1] لعل لفظ "وكان معه ثمانون رجلا" سقط من العبارة [2] كذا في المنقول عنه، وفي القاموس في "كنع": كنعان بن سام بن نوح عليه السلام، ولعل ما في القاموس هو الصحيح

[3] هو اسمعيل بن عبد الرحمن ابن ابي كريمة السدي - بضم المهملة وتشديد الدال - ابو محمد الكوفي صدوق يهم ورمي بالتشيع، من الرابعة، مات سنة سبع وعشرين ومائة - التقريب والتهذيب.

ہر زمانہ میں بہتر لوگوں میں، مَیں منتقل کیا جاتا رہا، یہانتک کہ مجھے اس زمانہ میں مبعوث فرمایا گیا، جس میں مَیں ہوں۔

اور امام بیہقی نے "دلائل النبوۃ" میں حضرتِ انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ ہمیشہ لوگوں کے دو گروہ بنے اللہ تعالےٰ نے مجھے ان میں سے بہتر میں رکھا، پھر مجھے والدینِ کریمین سے تولد کیا گیا لہٰذا زمانۂ جاہلیت کی کوئی چیز مجھ تک نہ پہنچی۔ اور حضرتِ آدم علیہ السلام سے اپنے ماں باپ تک نکاح سے منتقل ہوا، اور سفاح (بےحیائی) سے میں منتقل نہیں ہوا۔ اسلیے میں اپنی ذات کے اعتبار سے بھی اور تمہارے والدین کے لحاظ سے بھی تم سب سے بہتر ہوں۔

اور ابو نعیم نے "دلائل النبوۃ" میں متعدد اسناد کے ساتھ حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا، اُنھوں نے کہا کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ میں ہمیشہ اصلابِ طاہرہ سے ارحامِ طیبہ میں پاک وصاف اور مہذّب منتقل ہوتا رہا جب بھی دو قبیلے بنے، میں اُن کے بہتر میں رہا۔

اور امام مسلم و ترمذی نے صحت کے ساتھ حضرتِ واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بیشک اللہ تعالیٰ نے اولادِ ابراہیم علیہ السلام میں سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو برگزیدہ فرمایا، اور اولادِ اسمٰعیل علیہ السلام میں بنی کنانہ کو برگزیدہ کیا، اور بنی کنانہ میں قریش کو برگزیدہ کیا اور قریش میں سے بنی ہاشم کو برگزیدہ کیا، اور بنی ہاشم میں سے مجھے برگزیدہ فرمایا۔

اور حافظ ابوالقاسم حمزہ بن یوسف سہمی نے "فضائل عباس" میں حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ان لفظوں کے ساتھ نقل کیا کہ "بیشک اللہ تعالیٰ نے اولادِ آدم میں حضرت ابراہیم علیہما السلام کو برگزیدہ کر کے خلیل بنایا، اور اولادِ ابراہیم سے حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کو برگزیدہ کیا، پھر اولادِ اسمٰعیل سے نزار کو برگزیدہ کیا، پھر اولادِ نزار سے مضر کو برگزیدہ کیا، پھر مضر سے کنانہ کو برگزیدہ کیا، پھر کنانہ سے قریش کو برگزیدہ کیا

قيل له: اسم ابي ابراهيم آزر، فقال: بل اسمه تارخ؛ وتد وجه من حيث اللغة بان العرب كانوا يطلقون لفظ الاب على العم اطلاقا شائعا وان كان مجازا. وفي التنزيل: "ام كنتم شهداء اذ حضر يعقوب الموت اذ قال لبنيه ما تعبدون من بعدى قالوا نعبد الهك واله اٰبائك ابراهيم واسمٰعيل واسحٰق"، فاطلق على اسمٰعيل لفظ الاب وهم يعقوب كما اطلق على ابراهيم وهو جده. اخرج ابن ابي حاتم عن ابن عباس رضى الله عنهما انه كان يقول الجد أب ويتلو: "قالوا نعبد الهك واله اٰبائك". واخرج عن ابي العالية في قوله تعالى: "واله ابائك ابراهيم واسمٰعيل"، قال: سمى العم أبا واخرج عن محمد بن كعب القرظي قال: الخال والد والعم والد، وتلا هذه الاية. فهذه اقوال السلف من الصحابة والتابعين في ذلك. ويرشحه ما اخرجه ابن المنذر في تفسيره بسند صحيح عن سليمان ابن صرد[له] قال: لما ارادوا ان يلقوا ابراهيم في النار جعلوا يجمعون الحطب حتى ان كانت العجوز لتجمع الحطب، فلما ارادوا ان يلقوه في النار قال: حسبي الله ونعم الوكيل، فلما القوه قال الله: "يا نار كوني بردا وسلاما على ابراهيم"، فقال عم ابراهيم: من اجلى دفع عنه، فارسل الله عليه شرارة من النار فوقعت على قدمه فاحرقته. فقد صرح في هذا الاثر عم ابراهيم، وفيه فائدة اخرى وهو انه هلك في ايام القاء ابراهيم في النار، وقد اخبر الله سبحانه في القران بان ابراهيم ترك الاستغفار له لما تبين له انه عدو لله. و وردت الاثار بان ذلك تبين له لما مات مشركا وانه لم يستغفر له بعد

[له] سليمان بن صرد - بضم المهملة وفتح الراء - ابن الجون الخزاعي صحابي، قتل بعين الوردة سنة خمسين وتسعين رضى الله عنه، كذا في التقريب -

پھر قریش سے بنی ہاشم کو برگزیدہ کیا، پھر بنی ہاشم سے بنی عبد المطلب کو برگزیدہ کیا پھر بنی عبد المطلب سے مجھے برگزیدہ کیا" المحب طبری نے "ذخائر العقبیٰ" میں اسے بیان کیا۔

اور ابن سعد نے اپنے "طبقات" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، عرب میں سب سے بہتر مضر ہے، اور مضر میں بہتر اولادِ بنی عبدِ مناف ہے، اور بنی عبد مناف میں بنی ہاشم ہیں اور بنی ہاشم میں بہتر بنی عبد المطلب ہیں۔ خدا کی قسم جب سے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا دو گروہوں میں سے سب سے بہتر گروہ میں مجھے رکھا۔"

اور طبرانی و بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، اللہ تعالیٰ نے خلق پیدا فرمائی اس میں حضرتِ آدم علیہ السلام کو پسند فرمایا، اور اولادِ آدم میں اہلِ عرب کو پسند فرمایا، اور اہلِ عرب میں مضر کو پسند فرمایا، اور مضر میں قریش کو پسند فرمایا، اور قریش میں بنی ہاشم کو پسند فرمایا، اور بنی ہاشم میں مجھے پسند فرمایا۔ لہٰذا میں بہتروں سے بہتروں کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

اور ترمذی نے نقل کر کے اسے حسن کہا، اور بیہقی نے بھی حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالےٰ نے جس وقت مجھے پیدا فرمایا، تو مجھے اپنی تمام مخلوق سے بہتر بنایا پھر جب قبیلوں کو پیدا کیا، تو مجھے انکے بہتر قبیلہ میں رکھا، اور جب جانوں کو پیدا فرمایا تو مجھے انکی بہتر جانوں میں رکھا، پھر جب گھروں کو پیدا کیا، تو انکے بہتر گھروں میں مجھے رکھا۔ لہٰذا میں گھر کے اعتبار سے بھی بہتر ہوں، اور جانوں کے اعتبار سے بھی بہتر۔

اور طبرانی و بیہقی اور ابو نعیم نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو دو قسموں میں تقسیم کیا اور مجھے ان دونوں کی بہتر قسم میں رکھا۔ پھر ان دو قسموں کو تین پر تقسیم کیا

ذلك. وأخرج ابن ابي حاتم بسند صحيح عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: ما زال ابراهيم عليه السلام يستغفر لابيه حتى مات، فلما تبين له انه عدو لله فلم يستغفر له. وأخرج عن محمد بن كعب وقتادة ومجاهد و الحسن وغيرهم قالوا: كان يرجوه في حياته، فلما مات على شركه تبرأ منه، ثم هاجر ابراهيم عقيب واقعة النار الى الشام كما نص الله على ذلك في القرآن ثم بعد مدة من مهاجرة دخل مصر واتفق له فيها مع الجبار ما اتفق بسبب سارة واخدمه هاجر، ثم رجع الى الشام، ثم امره الله ان ينقلها وولدها اسمعيل الى مكة فنقلهما ودعا فقال: "ربنا اني اسكنت من ذريتي بواد غير ذي زرع" الى قوله: "ربنا اغفر لي ولوالدي وللمؤمنين يوم يقوم الحساب"، فاستغفر لوالديه وذلك بعد هلاك عمه مدة طويلة: فيستنبط من هذا ان المذكور في القرآن بالكفر والتبري من الاستغفار له هو عمه لا ابوه الحقيقي، فلله الحمد على ما ألهم. روى ابن سعد في "الطبقات" عن الكلبي قال: هاجر ابراهيم من بابل الى الشام وهو يومئذ ابن سبع وثلاثين، فاتى حران فاقام بها زمانا، ثم اتى الى الاردن فاقام بها زمانا، ثم خرج الى مصر فاقام بها زمانا، ثم رجع الى الشام فنزل السبع ارضا بين ايلياء وفلسطين؛ ثم ان بعض اهل البلد اذوه فتحول من عندهم فنزل منزلا بين الرملة وايلياء.

وروى ابن سعد عن الواقدي[1] قال: ولد لابراهيم اسمعيل وهو ابن تسعين سنة: فعرف من هذين الاثرين ان بين هجرته من بابل عقيب

---

[1] هو محمد بن عمر بن واقد الاسلمي الواقدي المدني القاضي نزيل بغداد، متروك مع سعة علمه، مات سنة سبع ومائتين وله ثمان وستون سنة رحمه الله تعالى

تو مجھے ان تینوں کی بہتر میں رکھا، پھر جب ان تینوں کو قبائل بنایا، تو مجھے انکے بہتر قبیلہ میں رکھا، پھر جب قبائل کو گھر یعنی خاندان بنایا، تو مجھے انکے بہتر گھر میں رکھا۔

اور ابو علی بن شاذان نے جسے المحب الطبری نے "ذخائر العقبیٰ" میں اور وہ مسند بزار میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ وہ فرماتے ہیں کہ کچھ قریش کے لوگ صفیہ بنت عبدالمطلب کے گھر میں جمع ہو کر فخر کا اظہار اور جاہلیت کی باتیں کرنے لگے اس پر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو تشریف فرما ہیں۔ یہ سنکر انھوں نے (بدگوئی کے انداز میں) کہا "بنجر زمین سے کھجور یا کوئی درخت نمودار ہو گیا ہے" پھر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے اس کا تذکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، تو آپ جلال میں آ گئے، اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں کو جمع کریں پھر آپ نے منبر پر تشریف فرما ہو کر ارشاد فرمایا، اے لوگو! میں کون ہوں؟ سب نے عرض کیا، آپ اللہ کے رسول ہیں۔ فرمایا میرا نسب بیان کرو؟ سب نے کہا آپ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں۔" آپ نے فرمایا اُس قوم کا کیا حال ہے، جو میری اصلیت کی تنقیص و تخفیف کرتے ہیں۔ خدا کی قسم! میں ان سے اصل میں بھی افضل ہوں، اور جگہ و مقام کے لحاظ سے بھی بہتر ہوں۔

اور حاکم نے ربیعہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ فرمائی، تو لوگوں نے روگردانی کی اور کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مثال تو ایسی ہے، جیسے کہ بنجر زمین میں کھجور کا درخت نمودار ہو جائے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غضب کا اظہار فرمایا، اور کہا بیشک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا، پھر اسکے دو فرقے کیے، اور مجھے ان میں سے بہتر فرقہ میں کیا۔ پھر انکے قبائل بنائے، پھر مجھے بہتر قبیلہ میں کیا، پھر انکے خاندان بنائے پھر مجھے انکے بہتر خاندان میں کیا۔ اسکے بعد فرمایا میں تم میں قبیلہ کے اعتبار سے بھی بہتر ہوں اور تم سے خاندان کے لحاظ سے بھی بہتر ہوں۔

واقعة النار وبين الدعوة التي دعا بها بمكة بضعا وخمسين سنة .

تتميم

ثم استمر التوحيد في ولد ابراهيم واسمعيل عليهما السلام . قال الشهرستاني[1] في "الملل والنحل": كان دين ابراهيم قائما والتوحيد في صدر العرب شائعا، واول من غيره واتخذ عبادة الاصنام عمرو بن لحي؛ قلت: وقد صح بذلك الحديث. اخرج البخاري ومسلم عن ابي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: رأيت عمرو بن لحي الخزاعي يجر قصبه في النار، كان اول من سيب السوائب.

واخرج الامام احمد في مسنده عن ابن مسعود رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم قال: ان اول من سيب السوائب وعبد الاصنام ابو خزاعة عمرو بن عامر، واني رايته يجر امعاءه في النار.

واخرج ابن اسحاق وابن جرير في تفسيرهما عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: رايت عمرو بن لحي بن قمعة بن جندب يجر قصبه في النار، انه اول من غير دين ابراهيم. ولفظ ابن اسحاق انه كان اول من غير دين اسمعيل فنصب الاوثان وبحر البحيرة وسيب السائبة ووصل الوصيلة وحمى الحامي. وله طرق أخرى.

واخرج البزار في مسنده بسند صحيح عن انس رضي الله عنه قال: كان الناس بعد اسماعيل عليه السلام على الاسلام وكان الشيطان يحدث

---

[1] هو ابو الفتح الامام محمد بن عبد الكريم الشهرستاني المتوفى سنة ثمان و اربعين وخمس مائة . كذا قال في "كشف الظنون"، والله اعلم .

اور طبری نے "الاوسط" میں، اور بیہقی نے "الدلائل" میں سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے جبریل بیان کرتے ہیں کہ میں نے روئے زمین کے تمام مشرق و مغرب کو چھان مارا، لیکن میں نے کسی کو بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے افضل نہ پایا۔ اور نہ کسی نبی کے باپ کو بنی ہاشم سے افضل پایا۔

حضرت حافظ ابنِ حجر "امالیہ" میں فرماتے ہیں کہ صحت کی تابانیاں ان امتوں کی پیشانیوں پر ظاہر ہیں، اور یہ امر بدیہی ہے کہ افضلیت و اصطفاء و برگزیدگی اور پسندیدگی اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضلیت، شرک کے ساتھ نہیں ہوتی ہے۔

دوسرے مقدمہ کے دلائل

حضرت عبد الرزاق "المصنف" میں بروایتِ معمر از ابن جریج، وہ ابنِ مسیّب سے وہ سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ ہر زمانہ میں روئے زمین پر ہمیشہ سات مسلمان یا زیادہ ضرور رہے ہیں اگر وہ نہ ہوتے زمین ہلاک و برباد ہو جاتی، اور اس پر رہنے والے بھی نہ رہتے۔ اسکی سند شیخین (بخاری و مسلم) کی شرط پر صحیح ہے۔ اسکی مثل اس سے پہلے کسی نے نہیں کہا۔ لہٰذا اسکا حکم، مرفوع کے حکم میں ہے۔ اور ابن منذر نے اپنی تفسیر میں بروایت دبری (معا اسحاق بن ابراہیم الدبری) از عبد الرزاق اسکی تخریج کی۔

اور ابنِ جریر اپنی تفسیر میں، شہر بن حوشب سے بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا چودہ اشخاص زمین پر ایسے ضرور رہتے ہیں جنکی وجہ سے اہل زمین سے بلائیں دور ہوتی ہیں، اور انھیں برکت ملتی ہے، مگر حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ کہ وہ اپنے زمانہ میں تنہا تھے۔

ابن منذر نے اپنی تفسیر میں حضرتِ قتادہ سے اس آیتِ کریمہ کے تحت

الناس بالسعی یریدان یردهم عن الاسلام حتی ادخل علیهم فی التلبیة: لبیك لبیك لاشریك لك الاشریکا هو لك تملکه وما ملك، قال: فمازال حتی اخرجهم عن الاسلام الی الشرك. قال السهیلی فی "الروض الانف"[1] کان عمرو بن لحی حین غلبت خزاعة علی البیت ونفت جرهم عن مکة قد جعلته العرب ربا لا شرع لهم بدعة الا اخذوها بسرعة لانه کان یطعم الطعام ویکسو فی الموسم، وقد ذکر ابن اسحاق: انه اول من ادخل الاصنام الحرم وحمل الناس علی عبادتها، وکانت التلبیة من عهد ابراهیم علیه السلام: لبیك اللهم لبیك لبیك لاشریك لك لبیك، حتی کان عمرو بن لحی؛ فبینما هو یلبی تمثل له الشیطان فی صورة شیخ فلبی معه، فقال عمرو: لبیك لاشریك لك، فقال الشیخ: الاشریکا هو لك، فانکر ذلك عمرو وقال: وما هذا؟ فقال الشیخ قل: تملکه وما ملك؛ فانه لا باس بهذا، فقال عمرو ودانت بها العرب. انتهی کلام السهیلی

وقال الحافظ عماد الدین بن کثیر فی تاریخه: کانت العرب علی دین ابراهیم الی ان ولی عمرو بن عامر الخزاعی مکة وانتزع ولایة البیت من اجداد النبی صلی الله علیه وآله وسلم فاحدث عمرو المذکور عبادة الاصنام وشرع للعرب الضلالات من السوائب وغیرها وزاد فی التلبیة بعد قوله: لبیك لاشریك لك، قوله: الاشریکا هو لك تملکه وما ملك؛

[1] الروض الانف فی شرح غریب السیر للشیخ الامام ابی القاسم عبد الرحمن ابن عبد الله بن احمد السهیلی المتوفی سنة احدی وثمانین وخمس مائة، دیدا فی املاء هذا فی محرم سنة تسع وستین وخمس مائة وکان الفراغ منه فی جمادی الاولی من ذلك العام؛ کذا فی کشف الظنون -

قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ الآیہ (پ ۱ - ۳۶)	ہمنے فرمایا تم سب جنت سے اُترجاؤ پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت آئے تو جو میری ہدایت کا پیرو ہو ......

نقل کرتے ہیں کہ قتادہ نے فرمایا اللہ تعالٰے نے زمین میں ہمیشہ اولیاء کو موجود رکھا ہے، اور جب سے حضرت آدم علیہ السلام کو اتارا کسی وقت بھی زمین کو شیطان کیلیے خالی نہ رکھا۔ ہر زمانہ میں زمین میں اولیاء رہے اور اُسکی طاعت میں مشغول رہے۔

اور حافظ ابو عمر بن عبد البر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن قاسم نے حضرت مالک رضی اللہ عنہما سے روایت کی، انھوں نے کہا کہ مجھے سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث پہنچی ہے کہ انھوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین میں ہمیشہ اپنے ولی کو رکھا جبتک اس میں شیطان کا دخل ہے۔

اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ نے "الزھد" میں، اور حضرت خلال نے "کتاب کرامات الاولیاء" میں شیخین کی شرط پر سندِ صحیح کے ساتھ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث نقل کی کہ انھوں نے فرمایا حضرت نوح علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ سات ایسے شخصوں کو موجود رکھا، جنکی بدولت اہلِ زمین سے اللہ تعالیٰ نے بلاؤں کو دور فرمایا۔" یہ حدیث بھی حکم مرفوع میں ہے۔

اور حضرت ازرقی (یعنی امام ابوالولید محمد بن عبد الکریم الازرقی المتوفی ۲۲۳ھ) رحمۃ اللہ نے "تاریخ مکہ" میں زہیر بن محمد سے نقل کیا کہ انھوں نے فرمایا روئے زمین پر سات یا اس سے زیادہ مسلمان ہمیشہ رہے ہیں، اگر وہ نہ ہوتے تو زمین اور اُس کے رہنے والے یقیناً ہلاک ہو جاتے۔

اور جندی نے "فضائل مکہ" میں مجاہد سے روایت کی کہ انھوں نے فرمایا کہ ہمیشہ روئے زمین پر سات یا اس سے زیادہ مسلمان رہے ہیں، اگر وہ نہ ہوتے تو زمین اور اُس کے رہنے والے یقیناً ہلاک ہو جاتے۔

وهو اول من قال ذلك وتبعته العرب على الشرك فتشابهوا بذلك قوم نوح وسائر الامم المتقدمة وفيهم على ذلك بقايا من دين ابراهيم، و كانت مدة ولاية خزاعة على البيت ثلاث مائة سنة وكانت ولايتهم مشؤومة الى ان جاء قصى جد النبى صلى الله عليه وآله وسلم فقاتلهم واستعان على حربهم بالعرب وانتزع ولاية البيت منهم الا ان العرب بعد ذلك لم ترجع عما كان احدثه لها عمرو الخزاعى من عبادة الاصنام وغير ذلك لانهم راوا ذلك دينا فى نفسه لا ينبغى ان يغير - انتهى.

فثبت ان آباء النبى صلى الله عليه وآله وسلم من عهد ابراهيم عليه السلام الى زمان عمرو المذكور كلهم مؤمنون بيقين، ونأخذ فى الكلام على الباقى وعلى زيادة توضيح لهذا المقدر. الامر الثانى مما نتنصير لهذا المسلك آيات وآثار فى ذرية ابراهيم وعقبه: الآية الاولى وهى اصرحها قوله تعالى: "واذ قال ابراهيم لابيه وقومه اننى براء مما تعبدون ٥ الا الذى فطرنى فانه سيهدين ٥ وجعلها كلمة باقية فى عقبه".

اخرج عبد بن حميد فى تفسيره بسنده عن ابن عباس فى قوله تعالى: "وجعلها كلمة باقية فى عقبه ٥"، قال: لا اله الا الله. وقال عبد ابن حميد حدثنا يونس عن شيبان عن قتادة فى قوله تعالى: "وجعلها كلمة باقية فى عقبه ٥"، قال: شهادة ان لا اله الا الله والتوحيد، لايزال فى ذريته من يقولها بعده. وقال عبد الرزاق فى تفسيره عن معمر عن قتادة فى قوله تعالى: "و جعلها كلمة باقية فى عقبه"، قال: الاخلاص والتوحيد، لايزال فى ذريته من يوحد الله ويعبده. اخرجه ابن المنذر ثم قال وقال ابن جريج فى الآية فى عقب ابراهيم: فلم يزل بعد فى ذرية ابراهيم من يقول: لا اله الا الله،

اور حضرتِ امام احمد نے "الزھد" میں حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انھوں نے فرمایا حضرتِ نوح علیہ السلام کے بعد زمین میں ہمیشہ چودہ ۱۴ شخص رہے ہیں جن کی بدولت عذاب دُور ہوتا رہا ہے۔

اور الخلال نے "کتاب کرامات الاولیاء" میں زاذان سے نقل کیا کہ انھوں نے کہا کہ حضرتِ نوح علیہ السلام کے بعد زمین بارہ یا زیادہ ایسے افراد سے کبھی خالی نہ رہی جنکی بدولت زمین والوں سے عذاب دُور ہوتا رہا۔

اور ابنِ منذر سندِ صحیح کے ساتھ اپنی تفسیر میں بہ تحت آیتِ کریمہ :-

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ الآیہ (پ۱۳-۱۸)	اے رب مجھے اور میری کچھ اولاد کو نماز قایم کرنے والا بنا ....

حضرتِ ابنِ جریج رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انھوں نے فرمایا، اس دعا کی وجہ سے اولادِ سیدنا ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے کچھ لوگ ہمیشہ فطرت پر رہے ہیں، اور انھوں نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی ہے۔

مذکورہ اخیر کی تینوں حدیثوں میں "نوح علیہ السلام کے بعد" کی قید وارد ہوئی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ حضرتِ نوح علیہ السلام سے پہلے تمام انسان ہدایت پر تھے۔

بزار نے اپنی "مسند" میں، اور ابنِ جریر، ابنِ منذر، اور ابنِ ابی حاتم رحمہم اللہ نے اپنی اپنی تفسیروں میں، اور حاکم نے "المستدرک" میں صحت کے ساتھ حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیتِ کریمہ کے تحت :-

کَانَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً	تمام لوگ ایک اُمت تھے۔

نقل کیا کہ انھوں نے فرمایا حضرتِ آدم اور حضرتِ نوح علیہما السلام کے درمیان دس ۱۰ قرن گزرے، وہ سب شریعتِ حقہ پر تھے، پھر جب اختلاف رُونما ہوا، تو اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو مبعوث فرمایا۔ اور فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی قرات میں اسطرح ہے کہ "کَانَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً فَاخْتَلَفُوْا"

قال وقول آخر: فلم يزل ناس من ذريته على الفطرة يعبدون الله تعالى حتى تقوم الساعة. واخرج عبد بن حميد عن الزهري في الآية قال: العقب ولده الذكور والاناث واولاد الذكور.

واخرج عن عطاء قال: العقب ولده وعصبته.

الآية الثاني قوله تعالى: واذ قال ابراهيم رب اجعل هذا البلد آمنا واجنبني وبنيّ ان نعبد الاصنام ٥".

واخرج ابن جرير في تفسيره عن مجاهد في هذه الآية قال: فاستجاب الله لابراهيم دعوته في ولده فلم يعبد احد من ولده صنما بعد دعوته في ولده واستجاب الله له وجعل هذا البلد آمنا وارزق اهله من الثمرات وجعله اماما وجعل من ذريته من يقيم الصلاة. واخرج البيهقي في "شعب الايمان" عن وهب بن منبه: ان آدم عليه السلام. لما اهبط الى الارض استوحش. فذكر الحديث بطوله في قصة البيت الحرام، وفيه من قول الله لآدم في حق ابراهيم عليهما السلام: واجعله امة واحدة قانتا بامري داعيا الى سبيلي، اجتبيه واهديه الى الصراط المستقيم، استجيب دعوته في ولده وذريته من بعده، واشفعه فيهم واجعلهم اهل ذلك البيت وولاته وحماته. الحديث. هذا الاثر موافق لقول مجاهد المذكور آنفا، ولا شك ان ولاية البيت كانت معروفة باجداد النبي صلى الله عليه وآله وسلم خاصة دون سائر ذريه ابراهيم الى ان انتزعها منهم عمرو الخزاعي ثم عادت اليهم؛ فعرف ان كل ما ذكر عن ذريه ابراهيم من خير فان اولى الناس به سلسلة الاجداد الشريفة التي

اور ابو یعلیٰ، طبری، اور ابن ابی حاتم نے سندِ صحیح کے ساتھ بہ تحت آیت کریمہ کَانَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ انھوں نے فرمایا، وہ سب دینِ اسلام پر تھے۔

اور حضرت ابنِ ابی حاتم نے حضرتِ قتادہ رضی اللہ عنہ سے اسی آیتِ کریمہ کے تحت نقل کیا کہ انھوں فرمایا ہمیں بتایا گیا ہے کہ حضرتِ آدم اور حضرت نوح علیہما السلام کے درمیان دس قرن کا فاصلہ تھا، اور وہ سب کے سب ہدایت اور شریعتِ حقّہ پر قایم تھے۔ پھر جب اسکے بعد اختلاف رُونما ہُوا، تو اللہ تعالیٰ نے حضرتِ نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا، وہ پہلے رسول تھے جنکو اللہ تعالیٰ نے اہلِ زمین کیلیے رسول بناکر بھیجا۔

ابنِ سعد نے "الطبقات" میں دوسری سند کے ساتھ حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ انھوں نے فرمایا کہ حضرتِ نوح علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام تک جتنے آباء و اجداد گزرے، وہ سب دین اسلام پر تھے۔

اور ابنِ سعد نے بسندِ سفیان بن سعید ثوری، وہ اپنے والد سے، وہ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہم سے نقل کیا کہ انھوں نے فرمایا حضرت آدم و نوح علیہما السلام کے درمیان دس قرن تھے، وہ سب کے سب دین اسلام پر تھے۔

قرآنِ کریم میں حضرتِ نوح علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تذکرہ میں ہے کہ

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا الآیہ (پ ۲۹ - سورۃ نوح)	اے رب مجھے اور میرے والدین کو اور جو میرے اہلبیت میں سے مومن ہیں انھیں بخشدے

حضرتِ نوح علیہ السلام کے فرزند سام، اجماع اور نصِ قرآنی سے مومن تھے اسلیے کہ انھوں نے اپنے والد کے ساتھ کشتی میں نجات پائی، اور کشتی میں اُسی نے نجات پائی ہے جو مسلمان تھا۔ اور قرآنِ کریم میں ہے کہ :-

وَجَعَلْنَا ذُرِّیَّتَہٗ ھُمُ الْبَاقِیْنَ (پ - ۶)	اور ہم نے نوح کی اولاد کو ہی باقی رہنے والا بنایا۔

خصوا بالاصطفاء وانتقل اليهم نور النبوة واحدا بعد واحد فهم اولى بأن يكونوا هم البعض المشار اليهم في قوله: "رب اجعلني مقيم الصلوة ومن ذريتي". وأخرج ابن ابي حاتم عن سفيان ابن عيينة انه سئل: هل عبد احد من ولد اسمعيل الاصنام؟ قال: لا، الم تسمع قوله: "واجنبني وبني ان نعبد الاصنام"، قيل: فكيف لم يدخل ولد اسحاق وسائر ولد ابراهيم؟ قال: لانه دعا لاهل هذا البلد ان لا يعبدوا اذا اسكنهم اياه فقال: "اجعل هذا البلد امنا"، ولم يدع لجميع البلدان بذلك فقال: "واجنبني وبني ان نعبد الاصنام" فيه، وقد خص اهله وقال: "ربنا اني اسكنت من ذريتي بواد غير ذي زرع عند بيتك المحرم ربنا ليقيموا الصلوة"، فانظر الى هذا الجواب من سفيان بن عيينة وهو احد الائمة المجتهدين وهو شيخ امامنا الامام الشافعي رضي الله عنهما. الآية الثالثة قوله تعالى حكاية عن ابراهيم على نبينا وعليه الصلوة والسلام: "رب اجعلني مقيم الصلوة ومن ذريتي". أخرج ابن المنذر عن ابن جريج في قوله: "رب اجعلني مقيم الصلوة ومن ذريتي" قال: فلن تزال من ذرية ابراهيم ناس على الفطرة يعبدون الله تعالى. الآية الرابعة، اخرج ابو الشيخ في تفسيره عن زيد[1] بن علي قال قالت سارة لما بشرتها الملائكة: "يويلتي أألد وانا عجوز و

---

[1] هو زيد بن علي بن الحسين بن علي رضي الله عنهم احد ائمة اهل البيت، قال ابن حبان في "الثقات": راى جماعة من الصحابة، قتل في اوائل صفر سنة اثنتين وعشرين ومائة، وقال خليفة: سنة احدى وبقي مصلوبا الى سنة ست ولم تزل له عورة سترا من الله تعالى، كما في خلاصة التهذيب.

بلکہ ایک اثر (حدیث) میں تو یہ ہے کہ سام نبی تھے۔ اسے ابن سعد نے "طبقات" میں، زبیر بن بکار نے "الموقفیات" میں، اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں، کلبی سے نقل کیا ہے"۔ اور سام کے فرزند ارفخشد کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں تصریح ہے کہ وہ ایماندار تھے۔ اسے ابن عبد الحکم نے "تاریخِ مصر" میں نقل کیا۔ اُس میں ہے کہ ارفخشد نے اپنے دادا حضرت نوح علیہ السلام کو پایا، اور انھوں نے انکے لیے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اس کی اولاد میں ملک ونبوت رکھے"۔ اور ارفخشد کی اولاد سے تارخ (والدِ ماجد سیدنا ابراہیم علیہ السلام) تک ایک اثر میں تصریح آئی ہے کہ وہ سب ایماندار تھے اور ابنِ سعد نے "الطبقات" میں بسندِ کلبی انا ابو صالح انا ابن عباس رضی اللہ عنہم نقل کیا کہ حضرتِ نوح علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جسوقت کشتی سے اُترے تھے، تو وہ ایک قریہ میں اُترے، اُنکے ساتھ جتنے افراد تھے ہر ایک نے ایک ایک گھر تعمیر کیا اور آبادی کا نام رکھا "سوق الثمانین" (یعنی اسّی آدمیوں کا بازار، چونکہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ اسّی آدمی تھے) اور قابیل کی ساری اولاد غرق ہوگئی۔ اور حضرتِ نوح علیہ السلام کے والدین، حضرتِ آدم علیہ السلام تک سب کے سب دین اسلام پر تھے۔ پھر جب "سوق الثمانین" اُن کی اولاد پر تنگ ہوگیا، تو پھر بابل کی طرف رُخ کیا اور وہاں مکانات بنائے۔ پھر انکی اولاد کی کثرت ہوئی حتیٰ کہ ایک لاکھ تک پہنچ گئی۔ وہ سب کے سب اسلام پر تھے، اور اُسوقت تک سب اسلام پر قایم رہے جبتک کہ ان میں سے بابل میں نمرود بن کوس بن کنعان بن حام بن حضرت نوح علیہ السلام ان کا بادشاہ بنا، اُسوقت نمرود نے انکو بتوں کی پرستش کی طرف بلایا اور وہ کرنے لگے۔ یہ اثر وحدیث کے لفظوں کا ترجمہ ہے

حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کے والدِ ماجد کی تحقیق

اب ان تمام آثار واحادیث سے یقینی طور پر معلوم ہوگیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

هذا بعلی شیخا ان هذا الشئ عجیب ؟ فقالت الملائکة ترد علی سائرة: " اتعجبین من امر الله رحمة الله و برکاته علیکم اهل البیت انه حمید مجید " قال: فهو کقوله تعالیٰ: " وجعلها کلمة فی عقبه "، فمحمد صلی الله علیه وآله وسلم واله من عقب ابراهیم علیه السلام وادخل فی ذلك.

وقد اخرج ابن حبیب فی تاریخه عن ابن عباس قال: کان عدنان و معد و ربیعة و مضر و خزیمة و اسد علی ملة ابراهیم علیه السلام فلا تذکروهم الا بخیر. وذکر ابو جعفر الطبری وغیره: ان الله اوحی الی ارمیاء ان اذهب الی بخت نصر واعلمه انی قد سلطته علی العرب، وامر الله ارمیاء ان یحتمل معه معد بن عدنان علی البراق کی لا یصیبه النقمة فانی مستخرج من صلبه نبیا کریما اختم به الرسل؛ ففعل ارمیاء ذلك و احتمل معدا الی ارض الشام فنشا مع بنی اسرائیل ثم عاد بعد ان هدأت الفتن. واخرج ابن سعد فی " الطبقات " من مرسل عبد الله بن خالد قال قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم: لا تسبوا مضر فانه کان قد اسلم. وقال السهیلی فی " الروض الانف " فی حدیث المروی: لا تسبوا مضر ولا ربیعة فانهما کانا مؤمنین. قلت: وقفت علیه مسندا.

اخرجه ابوبکر محمد بن خلف بن حیان المعروف بوکیع فی کتاب " الغرر من الاخبار " قال: حدثنا اسحاق بن داؤد بن عیسی المروزی ابویعقوب الشعرانی قال حدثنا سلیمن بن عبد الرحمن الدمشقی قال حدثنا عثمان بن فائد عن یحیی ابن طلحة بن عبد الله عن اسمعیل بن محمد بن سعد ابن ابی وقاص عن عبد الرحمن [بن] ابی بکر الصدیق رضی الله عنهما عن رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم قال: لا تسبوا ربیعة ولا

کے اجداد حضرت آدم علیہ السلام سے نمرود کے زمانہ تک سب کے سب مومن و مسلمان تھے۔ اور نمرود کے زمانہ میں سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اب رہی آزر (بت تراش و بت پرست) کی حقیقت! لہٰذا اگر وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ ہوتا، تو سلسلۂ نسب میں اسکا استثناء کیا جاتا۔ اور اگر آزر ان کا چچا ہے، تو اسکے استثناء کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس تفصیل سے میری مراد یہ ہے کہ آزر، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہ تھا۔ جیسا کہ سلف کی ایک جماعت بیان کرتی ہے۔

ابن ابی حاتم نے بسندِ ضعیف سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے بہ تحت آیتِ کریمہ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ | جب ابراہیم نے اپنے اَب آزر سے کہا نقل کیا کہ حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر نہ تھا، بلکہ اُن کا نام تارخ تھا۔

اور ابن ابی شیبہ، ابنِ المنذر، اور ابن ابی حاتم نے متعدد سندوں سے جنمیں سے بعض صحیح ہیں مجاہد سے نقل کیا کہ انھوں نے کہا ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ نہ تھا۔ اور ابن المنذر بسندِ صحیح حضرت ابنِ جریج سے بہ تحت آیتِ کریمہ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ نقل کیا کہ انھوں نے کہا کہ آزر اُن کا باپ نہ تھا ان کا سلسلۂ نسب یہ ہے کہ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام بن تیرخ یا تارخ بن شارخ بن ناخور بن فالخ۔

اور ابن ابی حاتم بسندِ صحیح حضرتِ سُدی (یعنی اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن بن ابی کریمہ سُدی المتوفی ۱۲۷ھ) سے نقل کیا کہ ان سے کسی نے پوچھا، کیا حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام آزر تھا؟ انھوں نے جواب دیا، نہیں! اُن کا نام تارخ تھا۔ اور انھوں نے من حیث اللغت وجہ بتائی کہ اہلِ عرب لفظ اَب کو عام طور پر باپ اور چچا دونوں کیلیے بولا کرتے ہیں اور یہ اسکا عام رواج ہے اگرچہ بجائے

مضر فانهما كانا مسلمين. واخرج بسند عن عائشة رضي الله عنها ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال: لا تسبوا تميما وضبة فانهم كانوا مسلمين. واخرج بسنده عن ابن عباس رضي الله عنهما قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: لا تسبوا قيسا فانه كان مسلما. ثم قال السهيلي: ويذكر عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم انه قال: لا تسبوا الياس فانه كان مسلما مؤمنا، وذكر انه كان يسمع في صلبه تلبية النبي صلى الله عليه وآله وسلم بالحج.

قال: وكعب بن لؤي اول من جمع يوم العروبة، وقيل: هو اول من سماها الجمعة، فكانت قريش يجتمع اليه في هذا اليوم فيخطبهم ويذكرهم بمبعث النبي صلى الله عليه وآله وسلم ويعلمهم انه من ولده ويامرهم باتباعه والايمان به وينشد في هذا ابياتا منها قوله:

يا ليتني شاهد نجواء دعوته   اذا قريش تزيد الحق خذلانا

قال: وقد ذكر الماوردي[1] هذا الخبر عن محمد بن كعب في كتاب "اعلام النبوة" انتهى. قلت: هذا الخبر اخرجه ابو نعيم في "دلائل النبوة" بسنده عن ابي سلمة بن عبد الرحمن بن عوف وفي آخره: وكان بين موت كعب وبعث النبي صلى الله عليه وآله وسلم خمس مائة سنة وستون سنة. والماوردي المذكور هو احد أئمة اصحابنا وهو صاحب "الحاوي الكبير"، له كتاب "اعلام النبوة" في مجلد كثير الفوائد وقد رايته وسانقل منه في هذا الكتاب.

---

[1] هو الشيخ الامام ابو الحسن علي بن محمد الماوردي الشافعي المتوفى سنة خمسين واربع مائة، له "اعلام النبوة" مشتملا على احد وعشرين بابا، كما في "كشف الظنون".

قرآنِ کریم میں ہے اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ۔ الآیہ (پ ۱ - ع ۱۶)

بلکہ تم خود موجود تھے جب یعقوب کو موت آئی جبکہ اُس نے اپنے بیٹوں سے فرمایا میرے بعد کس کی پوجا کروگے؟ بولے ہم پوجینگے اُسے جو خدا ہے آپ کا اور آپ کے آباء ابراہیم و اسمٰعیل اور اسحاق کا۔

...میں حضرتِ اسمٰعیل علیہ السلام پر لفظ "اَب" کا اطلاق کیا گیا، حالانکہ وہ حضرتِ ...قوب علیہ السلام کے چچا تھے، جسطرح کہ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام پر اطلاق ...یا گیا، حالانکہ وہ دادا تھے۔

ابنِ ابی حاتم نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ وہ ...رماتے تھے کہ اَلْجَدُّ اَبٌ یعنی دادا باپ ہے، اور یہ آیت تلاوت کی قَالُوْا ...نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ - الآیہ

اور ابو العالیہ سے بہ تحتِ آیتِ کریمہ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ الآیہ ...روی ہے کہ انھوں نے کہا کہ چچا کو باپ کہا گیا۔

اور محمد بن کعب قرظی سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا اَلْخَالُ وَالِدٌ وَالْعَمُّ وَالِدٌ، یعنی ماموں کو باپ اور چچا کو باپ کہا جاتا ہے پھر یہ آیتِ کریمہ تلاوت کی

غرضکہ اس بارے میں سلف صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کے یہ اقوال ہیں ...ور اُس روایت سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے جسے ابن المنذر نے اپنی تفسیر میں ...سندِ صحیح، حضرت سلیمان ابنِ صُرد (ابن الجون خزاعی صحابی مقتول ۶۵ھ) سے ...روایت کیا کہ انھوں نے کہا کہ جب نمرودیوں نے حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کو آگ ...میں ڈالنے کا ارادہ کیا، تو اُنھوں نے لکڑیاں جمع کرنی شروع کر دیں، حتیٰ کہ ...بوڑھی عورتوں نے بھی لکڑیاں جمع کیں۔ پھر اُنھوں نے قصد کیا کہ حضرت ابراہیم ...علیہ السلام کو آگ میں ڈالدیں، تو آپ نے کہا حَسْبِيَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ

فحصل مما اوردناه ان آباء النبي صلى الله عليه وآله وسلم من عهد ابراهيم الى كعب بن لؤي كانوا كلهم على دين ابراهيم عليه السلام، وولده مرة بن كعب الظاهر انه كذلك لان اباه اوصاه بالايمان، وبقي بينه وبين عبد المطلب اربعة آباء وهم: كلاب وقصي وعبد مناف وهشام، ولم اظفر فيهم بنقل لا بهذا ولا بهذا.

واما عبد المطلب ففيه ثلاثة اقوال، احدها وهو الاشبه: انه لم تبلغه الدعوة، لاجل الحديث الذي في البخاري وغيره.

والثاني: انه كان على التوحيد وملة ابراهيم، وهو ظاهر عموم قول الامام فخر الدين وما تقدم عن مجاهد وسفيان بن عيينة وغيرهما في تفسير الآيات السابقة. والثالث: ان الله احياه بعد بعثة النبي صلى الله عليه وآله وسلم حتى امن به واسلم ثم مات، حكاه ابن سيد الناس، وهذا اضعف الاقوال واسقطها واوهاها لانه لا دليل عليه ولم يرد حديث قط في حديث لا ضعيف ولا غيره ولا قال بهذا القول احد من ائمة السنة، انما حكوه عن بعض الشيعة ولهذا اقتصر غالب المصنفين على حكاية القولين الاولين وسكتوا عن حكاية الثالث لان خلاف الشيعة لا يعتد به. قال السهيلي في "الروض الانف": وفي الصحيح ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم دخل على ابي طالب عند موته وعنده ابو جهل وابن ابي امية فقال: يا عم قل: لا اله الا الله كلمة اشهد لك بها عند الله: فقال له ابو جهل وابن ابي امية: أترغب عن ملة عبد المطلب؟ فقال: انا على ملة عبد المطلب.

قال: وظاهر هذا الحديث يقتضي ان عبد المطلب مات على الشرك

مجھے اللہ کافی ہے، کتنا اچھا وکیل ہے)۔ پھر جب انھوں نے آپ کو آگ میں
ڈالدیا، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ
(اے آگ تو ابراہیم پر ٹھنڈی سلامتی والی ہو جا) اس وقت آپ کے چچا نے کہا
من اجلی دفع عنہ (میری وجہ سے وہ آگ سے محفوظ ہے) پھر اللہ تعالیٰ نے آگ کا
ایک شرارہ بھیجا، جو اسکے پاؤں پر پڑا، اور اس نے اسکو جلا دیا۔
لہذا یہ اثر تصریح کرتی ہے کہ آزر حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا۔
اس میں اور بھی فوائد ہیں، مثلاً یہ کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے
آگ میں ڈالے جانے کے دنوں میں ہلاک ہو گیا تھا۔ اور بلا شبہ اللہ تعالیٰ
نے قرآن میں اسکی خبر دی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسکے لیے طلبِ مغفرت
ترک فرما دی تھی جب یہ ظاہر ہو گیا کہ وہ دشمنِ خدا ہے۔ اور اس بارے میں آثار و
احادیث، وارد ہیں کہ یقیناً آپ پر ظاہر ہو گیا تھا جبکہ وہ حالتِ شرک میں مرا، اور
یہ کہ آپ نے اِس کے بعد کبھی اُسکے لیے مغفرت کی دعا نہ کی۔
اور ابنِ ابی حاتم بسندِ صحیح حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے
ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام، آزر کے لیے مرنے کے وقت
تک دعائے مغفرت مانگی، اور جب آپ پر ظاہر ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے،
پھر اسکے لیے استغفار نہ کی۔
اور محمد بن کعب، قتادہ، مجاہد اور حسن وغیرہ سے تخریج کی گئی ہے کہ
وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے چچا آزر کی زندگی میں اصلاح کی
امید رکھتے تھے، پھر جب وہ شرک پر مر گیا، تو آپ اس سے بیزار ہو گئے۔
اسکے بعد یعنی آگ میں ڈالے جانے کے بعد، شام کی طرف آپ نے ہجرت فرمائی۔
جیسا کہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس کی وضاحت فرمائی۔ پھر ہجرت کے کچھ عرصہ
بعد مصر تشریف لے گئے، اور اس سفر میں آپ کو جابر حاکم کے واقعہ کا اتفاق ہوا، جو کہ

قال: ووجدت في بعض كتب المسعودي اختلافا في عبد المطلب وانه قد قيل فيه: مات مسلما لما رأى من الدلائل على نبوة محمد صلى الله عليه وآله وسلم وعلم انه لا يبعث الا بالتوحيد. فالله اعلم، غير أن في "مسند البزار" وكتاب النسائي من حديث عبد الله بن عمرو رضى الله عنهما ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال لفاطمة رضى الله عنها وقد عزت قوما من الانصار: لعلك بلغت معهم الكدى؟ فقالت: لا، فقال: لوكنت بلغت معهم الكدى ما رايت الجنة حتى يراها جد أبيك.

قال: وقد اخرجه ابو داود ولم يذكر فيه: حتى يراها جد ابيك.

قال: وفي قوله: جد ابيك، ولم يقل: جدك، تقوية للحديث الضعيف الذي قدمنا ذكره ان الله احيى اباه وامه وامنا به. فالله اعلم، قال: ويحتمل انه اراد تخويفها بذلك لان قوله صلى الله عليه وآله وسلم حتى دبلوغها معهم الكدى لا يوجب خلودا في النار. هذا كله كلام السهيلي بحروفه. وقال الشهرستاني في "الملل والنحل": ظهر نور النبي صلى الله عليه وآله وسلم في اسارير عبد المطلب بعض الظهور، و ببركة ذلك النور الهم النذر في ذبح ولده، وببركته كان يامر ولده بترك الظلم والبغي ويحثهم على مكارم الاخلاق وينهاهم عن دنيات الامور، وببركة ذلك النور كان يقول في وصاياه: انه لن يخرج من الدنيا ظلوم حتى ينتقم منه وتصيبه عقوبة. الى ان هلك رجل ظلوم لم تصبه عقوبة، فقيل لعبد المطلب في ذلك، ففكر في ذلك فقال: والله! ان وراء هذه الدار دارا يجزى فيها المحسن باحسانه ويعاقب فيها المسئ باساءته؛ وببركة ذلك النور قال لابرهة: ان هذا

حضرتِ سارہ کے سبب سے پیش آیا تھا۔ اور حضرت ہاجرہ نے آپ کی خدمت کی پھر شام کی طرف لوٹے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم فرمایا کہ ہاجرہ اور اپنے فرزند حضرتِ اسمٰعیل (علیہ السلام) کو مکّہ مکرمہ منتقل کردیں۔ چنانچہ آپ نے انکو منتقل فرما کر دعا مانگی، اور دعا میں کہا:۔

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ (الیٰ قولہٖ) رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ الآیۃ (پ۱۳ - ۶ - ۱۸)	اے میرے رب میں نے کچھ اولاد ایک وادی میں بسائی جس میں کھیتی نہیں ہوتی، (یہانتک کہ) اے ہمارے رب مجھے بخشدے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قایم ہوگا۔

آپ کا یہ دعا مانگنا اپنے چچا کے ہلاک ہونے کے طویل عرصہ کے بعد ہے۔ لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ قرآن کریم میں، جو کفر کا ذکر فرمایا گیا، اور آپ کا استغفار سے تبرّی بتائی گئی، وہ اپنے چچا آزر کیلیے تھی، نہ کہ اپنے والدِ حقیقی کیلیے۔ فَلِلّٰہِ الحمد علیٰ ما الہم

ابن سعد نے "الطبقات" میں کلبی سے روایت کی کہ انھوں نے کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سینتیس ۳۷ سال کی عمر میں بابل سے شام کی طرف ہجرت فرمائی چنانچہ مقام حرّان میں مدت تک اقامت فرمائی۔ اسکے بعد اُردن تشریف لائے وہاں بھی مدت تک اقامت فرمائی۔ پھر مصر تشریف لیگئے وہاں بھی ایک عرصہ اقامت فرمائی۔ پھر شام کی طرف لوٹے، تو زمین سبع میں جو ایلیاء، اور فلسطین کے درمیان واقع ہے قیام کیا۔ پھر جب وہاں کے کچھ لوگوں نے آپ کو ایذا دی، تو اُن سے رُخ پھیر کر رملہ اور ایلیاء کے درمیان اقامت فرمائی۔

اور ابن سعد نے واقدی (یعنی محمد بن عمر بن واقد اسلمی، واقدی مدنی قاضی بغدادی، المتوفی ۲۰۷ھ) سے روایت کیا کہ انھوں نے بتایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جبوقت حضرت اسمٰعیل علیہ السلام پیدا ہوئے تو اُسوقت آپ کی عمر نوّے سال

البيت ربا يحفظ، ومنه قال وقد صعد ابا قبيس:

لاهم ان المرء يمنع رحله فامنع حلالك

لا يغلبن صليبهم ومحالهم عدواً محالك

فانصر على ال الصليب وعابديه اليوم آلك

انتهى كلام الشهرستاني.

ومن مناسق ما ذكره ما اخرجه ابن سعد في طبقاته عن ابن عباس رضي الله عنهما: كانت الدية عشرا من الابل وعبد المطلب اول من سن دية النفس مائة من الابل، فجرت في قريش والعرب مائة من الابل اقرها رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم. وينضم الى ذلك ان النبي صلى الله عليه وآله وسلم انتسب اليه يوم حنين فقال:

انا النبي لا كذب انا ابن عبد المطلب

وهذا اقوى ما يقوى به مقالة الامام فخر الدين ومن وافقه لان الاحاديث وردت في النهي عن الانتساب الى الاباء الكفار.

روى البيهقي في الشعب من حديث ابي بن كعب ومعاذ بن جبل: ان رجلين انتسبا على عهد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فقال احدهما: انا فلان بن فلان انا فلان بن فلان، فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: انتسب رجلان على عهد موسى فقال احدهما: انا فلان بن فلان الى تسعة، وقال الاخر: انا فلان بن فلان الاسلام، فاوحى الله الى موسى: هذان المنتسبان. اما انت ايها المنتسب الى تسعة فهو في النار وانت عاشرهم في النار [ن]

ـه وفي نسخة: ابدا.

کی تھی۔ لہٰذا ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ واقعۂ نار کے بعد بابل سے ہجرت کرنے، اور مکہ مکرمہ میں مذکورہ دعا مانگنے کے درمیان کا زمانہ تقریباً کچھ اوپر پچاس سال کا ہے۔

تتمہ اسکے بعد حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کی اولاد میں توحید ہمیشہ رہی۔ امام شہرستانی "الملل والنحل" میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین قایم رہا۔ اور عرب کے سینوں میں توحید برقرار رہی۔ سب سے پہلے جس نے اسے بدلا، اور بت پرستی کی بنیاد ڈالی وہ عمرو بن لحی تھا میں کہتا ہوں کہ یہ بات درست و صحیح ہے، کیونکہ بخاری و مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں عمرو بن لحی خزاعی کو دیکھ رہا ہوں کہ اسکی آنتوں کو آگ کی گہرائیوں میں کھینچا جا رہا ہے اس نے بتوں کے نام پر جانوروں کو چھوڑا اور امام احمد بن حنبل اپنی مسند میں بروایت حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، جس نے سوائب اور بت پرستی کی ابتداء کی وہ ابو خزاعہ عمرو بن عامر ہے اور میں اسے دیکھ رہا ہوں کہ اسکی آنتوں کو آگ میں کھینچا جا رہا ہے۔

اور ابن اسحاق و ابن جریر اپنی تفسیروں میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، عمرو بن لحی بن قمعہ بن جندب کو دیکھ رہا ہوں کہ اسے آگ کی گہرائیوں میں گھسیٹا جا رہا ہے کیونکہ یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے دینِ ابراہیمی میں تغیر و تبدل کیا۔ اور ابن اسحاق کے لفظ یہ ہیں کہ یہی وہ شخص ہے جس نے حضرت اسمٰعیل کے دین کو بدلا، اور بتوں کا رواج دیا۔ بحیرہ کو قائم کیا، سائبہ کو جاری کیا، وصیلہ کو ملایا، اور حامی کی حمایت کی۔ اس روایت کی اور بھی اسناد ہیں۔

اور بزار اپنی مسند میں بسندِ صحیح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

أباء فی النار! فانت عاشرهم فی النار، واما انت ایها المنتسب الی اثنین! فانت ثالثهما فی الجنة. وروی البیهقی ایضا عن ابی ریحانة عن النبی صلی الله علیه وآله وسلم قال: من انتسب الی تسعة آباء کفار یرید بهم عزا وشرفا فهو عاشرهم فی النار. وروی البیهقی ایضا عن ابن عباس رضی الله عنهما ان رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم قال: لا تفتخروا بآبائکم الذین ماتوا فی الجاهلیة فوالذی نفسی بیده! لما یدحرج الجعل بانفه خیر من آبائکم الذین ماتوا فی الجاهلیة.

وروی البیهقی ایضا عن ابی هریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وآله وسلم قال: ان الله قد اذهب عنکم عبیة الجاهلیة وفخرها بالآباء، لینتهین اقوام یفتخرون برجال انما هم فحم من فحم جهنم او لیکونن اهون علی الله من الجعلان التی تدفع النتن بانفها.

والاحادیث فی ذلك المعنی کثیرة، واوضح من ذلك فی التقریر ان البیهقی اورد فی "شعب الایمان" حدیث مسلم: ان فی امتی اربعا من امر الجاهلیة لیسوا بتارکین: الفخر فی الاحساب. الحدیث.

وقال عقبه: وان عورض هذا بحدیث النبی صلی الله علیه وآله وسلم فی اصطفاء بنی هاشم فقد قال الحلیمی: لم یرد بذلك الفخر، انما اراد تعریف منازل المذکورین ومراتبهم کرجل یقول: کان ابی فقیها، لا یرید به الفخر وانما یرید به تعریف حاله دون ما عداه؛ قال: وقد یکون اراد به الاشارة بنعمة الله علیه فی نفسه وآبائه علی وجه الشکر، ولیس ذلك من الاستطالة

له وفی النهایة: (ومنه الحدیث) لما یدهده الجعل خیر من الذین ماتوا فی الجاهلیة هو الذی یدحرجه من السرجین (والحدیث الآخر) کما یدهده الجعل النتن بانفه.

وہ بیان کرتے ہیں، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بعد لوگ اسلام پر قایم تھے، مگر شیطان اُنھیں بُرائی پر اُکساتا رہا، وہ چاہتا تھا کہ یہ اسلام سے برگشتہ ہوجائیں، یہانتک کہ وہ تلبیہ میں دخل انداز ہوگیا، اور تلبیہ کے الفاظ یہ بنا دیئے "لبیك لبیك لا شریك لك الا شریکا هو لك تملکه وما ملك۔ یعنی حاضر ہوں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں صرف وہی شریک ہے جو تیری ملکیت کا مالک ہے۔" فرماتے ہیں کہ وہ اس پر قایم رہے یہانتک کہ اسلام سے شرک کی طرف چلے گئے۔

اور سہیلی "الروض الآنف" میں فرماتے ہیں کہ وہ عمرو بن لحی تھا، جسوقت کہ قبیلۂ خزاعہ نے خانۂ کعبہ پر تسلط جمایا، اور وہاں کے لوگوں کو مکہ سے دور کردیا، اور اہل عرب پر سُود کو جاری کیا، یہ نرالی بات اُنکی شریعت میں نہ تھی۔ مگر وہ اسے تیزی سے لینے لگا کیونکہ وہ موسمِ حج میں کھانا کھلاتا، اور کپڑا پہناتا تھا۔ اور ابن اسحاق نے بیان کیا کہ یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے حرم میں بتوں کو داخل کیا اور لوگوں کی انکی پوجا پر اُبھارا۔ اور حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے تلبیہ کے الفاظ یہ تھے "لبیك اللّٰھم لبیك لبیك لا شریك لك لبیك" یہانتک کہ عمرو بن لحی جب یہ تلبیہ پڑھ رہا تھا، تو شیطان ایک بزرگ صورت بنکر اسکا ساتھی بن گیا اور تلبیہ کہنے لگا، جبکہ عمرو نے لبیك لا شریك لك کہا، تو بزرگ صورت شیطان نے اضافہ کیا کہ "الا شریکا هو لك" عمرو نے اس کا انکار کیا اور کہا "وَمَا هٰذَا" یعنی یہ کیا ہے؟ اس پر بزرگ صورت شیطان نے کہا یوں کہو "تملکه وما ملك" (یعنی وہ تیرا شریک جو تیری ملکیت کا مالک ہے) کیونکہ اس کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، پھر عمرو نے بھی یہی کہا، اور وہ عرب کا طریقہ بن گیا۔ انتہیٰ، یعنی سہیلی کا کلام ختم ہوا۔

اور حافظ عماد الدین بن کثیر رحمۃ اللہ اپنی "تاریخ" میں بیان کرتے ہیں کہ عرب دینِ ابراہیمی پر قایم تھے، یہانتک کہ عمرو بن عامر خزاعی مکہ کا حاکم بنا، اور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد سے خانۂ کعبہ کی تولیت چھین لی، تو عمرو بن عامر خزاعی نے

والفخر شیٔ۔ انتھی، فقوله: اراد تعریف منازل المذکورین ومراتبهم او الاشارة بنعمة الله علیه فی نفسه وآبائه علی وجه الشکر فیه، تقویة لمقالة الامام فخر الدین واجرائها علی عمومها، کما لا یخفی اذ الاصطفاء لا یکون الا لمن هو علی التوحید. ولا شك ان الترجیح فی عبد المطلب بخصوصه عسیر جدا لان حدیث البخاری وهو الذی فیه منع ابو جهل ابا طالب من الایمان باستدلال ملة عبد المطلب مصادم قوی، وان اخذ فی تاویله لم یوجد تاویل قریب، والتاویل البعید یاباه اهل الاصول؛ ولهذا لما رأی البیهقی تصادم الادلة لم یقدر علی الترجیح فوقف فالله اعلم. وهذا یصلح ان یعد قولا رابعا فیه وهو الوقف، واکثر ما خطر لی فی تأویل الحدیث وجهان بعیدان فترکهما. واما حدیث النسائی فتاویله قریب وقد فتح السهیلی بابه وان لم یستوف، وانما سهل الترجیح جانب التاویل فسهل المصیر الیه۔ والله اعلم.

ثم رأیت الامام ابا الحسن الماوردی اشار الی نحو ما ذکره الامام فخر الدین الا انه لم یصرح کتصریحه فقال فی کتابه "اعلام النبوة" "لما کان انبیاء الله صفوة عباده وخیرة خلقه لما کلفهم من القیام بحقه والارشاد لخلقه استخصهم من اکرم العناصر واجتباهم بمحکم الاوامر، فلم یکن لنسبهم من قدح ولمنصبهم من جرح لیکون القلوب اصغی والنفوس لهم اوطأ فیکون الناس الی اجابتهم اسرع ولاوامرهم أطوع. وان الله استخلص رسول الله علیه وآله وسلم من اطیب المناکح و حماه من دنس الفواحش ونقله من اصلاب طاهرة الی ارحام منزهة. وقد قال ابن عباس فی تاویل قول الله تعالیٰ: "وتقلبك فی السجدین"

بت پرستی رائج کی، اور سوائب وغیرہ بے دینیاں عرب میں پھیلائیں، اور تلبیہ میں لبیک لا شریک لک لبیک کے بعد اضافہ کیا کہ "الا شریکا ھو لک تملکہ وما ملک" یہ پہلا شخص ہے جس نے یہ کہا ہے، اور اہلِ عرب نے شرک میں اسکی پیروی کی ہے۔ اسکے بعد وہ قومِ نوح اور گزشتہ تمام اُمتوں کے مشابہ بنگئے۔ ان میں سے کچھ لوگ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کے دین پر باقی رہے۔ اور خانۂ کعبہ کی تولیت کی مدت جس پر خزاعہ قابض رہے تین سو برس تھی۔ انکی تولیت بڑی بدبختی کی تھی۔ یہانتک کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے قصیٰ آئے، انھوں نے ان سے جنگ کی اور سارے عرب سے ان سے جنگ کے لیے مدد مانگی، اور خزاعہ کے قبضہ سے تولیت چھین لی۔ لیکن اہلِ عرب اُس رسمِ بد سے جسے عمرو بن عامر خزاعی نے بُت پرستی وغیرہ کی عادت ڈالدی تھی، نہ لوٹ سکے، کیونکہ اُنھوں نے اسے فی النفسہ ایسا دین جان رکھا تھا جس میں تغیر جائز نہ جانتے تھے۔ انتہی

لہٰذا ثابت ہوگیا کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباءِ کرام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے عمرو بن عامر کے زمانہ تک بالیقین سب کے سب مومن و مسلمان تھے۔ اب ہم اسکے بعد باقی حضرات پر قدرے مناسب وضاحت کے اضافہ کے ساتھ بحث کرتے ہیں۔

دوسری بحث حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد، اور انکے بعد والوں کے بارے میں اس مسلک و مذہب کی تائید و نصرت کیلیے کچھ آیات و احادیث لاتے ہیں

پہلی آیت:۔ جو سب سے زیادہ صریح ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖۤ اِنَّنِیْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِیْ فَطَرَنِیْ فَاِنَّهٗ سَیَهْدِیْنِ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِیَةً فِیْ عَقِبِهٖ الآیہ (پ-ع)	اور جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے فرمایا میں بیزار ہوں تمہارے معبودوں سے سوا اسکے جس نے مجھے پیدا کیا کہ ضرور وہ بہت جلد مجھے راہ دیگا اور اسے اپنی نسل میں باقی کلام رکھا

ای تقلبك من اصلاب طاهرة من اب بعد اب الی ان جعلك نبیا، فكان نور النبوة ظاهرا فی ابائه: ثم لم یشركه فی ولادته من ابویه اخ ولا اخت لانهما صفوتهما الیه وقصور نسبهما علیه لیكون مختصا بنسب جعله الله للنبوة غایة ولتفرده نهایة فیزول عنه ان شاركه فیه ویماثل منه، فلذلك مات عنه ابواه فی صغره، فاما ابوه فمات وهو حمل؛ واما امه فماتت وهو ابن ست سنین؛ واذا خبرت حال نسبه وعرفت طهارة مولده علمت انه سلالة اباء كرام، لیس فی ابائه مسترذل ولا مغمور مسیل بل كلهم سادة قادة؛ وشرف النسب وطهارة المولد من شروط النبوة انتهی كلام الماوردی بحروفه۔

وقال ابو جعفر النحاس[له] فی معانی القرآن فی قوله تعالی "وتقلبك فی الساجدین": روی عن ابن عباس انه قال: تقلبه فی الظهور حتی اخرجه نبیا؛ وما احسن قول الحافظ شمس الدین بن ناصر الدین الدمشقی:

اشعار

تنقل احمد نورا عظیما ‏ تلألأ فی جباه الساجدینا
تقلب فیهم قرنا فقرنا ‏ الی ان جاء خیر المرسلینا

وقال ایضا:

حفظ الاله كرامة لمحمد ‏ اٰباءه الامجاد صونا لاسمه
تركوا السفاح فلم یصبهم عاره ‏ من ادم والی ابیه وامه

له هو ابو جعفر احمد بن محمد النحاس النحوی المتوفی سنة ثمان وعشرین و ثلاث مائة۔

عبد بن حمید، اپنی تفسیر میں اپنی سند کے ساتھ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے بہ تحت آیتِ کریمہ "وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهٖ" نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا لا الٰہ الا اللہ باقیۃ فی عقب ابرٰہیم۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد والوں میں لا الٰہ الا اللہ باقی رہا۔

اور عبد بن حمید، ابن جریر اور ابن المنذر حضرتِ مجاہد سے۔ بہ تحت آیتِ کریمہ "وجعلها کلمۃ باقیۃ فی عقبہ" نقل کرتے ہیں کہ کلمہ باقیہ لا الٰہ الا اللہ ہے اور عبد ابنِ حمید کہتے ہیں کہ ہم سے حدیث بیان کی یونس نے، انھوں نے شیبان سے انھوں نے قتادہ سے بہ تحت آیتِ کریمہ "وجعلها کلمۃ باقیۃ فی عقبہ" وہ فرماتے ہیں کہ لا الٰہ الا اللہ اور توحید کی شہادت ہے، اور اسکے کہنے والے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد انکی اولاد میں ہمیشہ موجود رہے۔

اسی آیتِ کریمہ کے تحت، حضرتِ عبد الرزاق اپنی تفسیر میں بروایت معمر حضرت قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا، یہ اخلاص و توحید ہے، اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اسکی عبادت کرنے والے آپ کی اولاد میں ہمیشہ موجود رہے"۔ اس روایت کو ابن المنذر نقل کرکے کہتے ہیں کہ ابنِ جریر نے آیتِ کریمہ "عقب ابراہیم" میں فرمایا ہے کہ جس میں نسلِ سیدنا ابراہیم علیہ السلام میں ہمیشہ اسکے کہنے والے رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک قول یہ ہے کہ نسلِ ابراہیمی میں کچھ لوگ فطرت پر ہمیشہ رہینگے، جو قیامت تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرینگے۔

اسی آیتِ کریمہ کے تحت، عبد بن حمید نے زہری سے نقل کیا کہ انھوں نے فرمایا "عقب" سے مراد حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کی نسل کے مرد و عورت اور اولادِ ذکور ہے اور عطاء سے منقول ہے کہ انھوں نے کہا، انکی اولاد اور گھر والے، نسل کے لوگ تابعین

دوسری آیتِ کریمہ:۔ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ | اور یاد کرو جب ابراہیم نے عرض کی اے میرے رب اس شہر کو امان والا کردے

وقال الشريف البوصيري[1] صاحب "البردة" رحمه الله:

كيف ترقى رقيك الانبياء ... يا سماء ما طاولتها سماء
لم يساووك في علاك وقد ... حال سناء منك دونهم وسناء
انما مثلوا صفاتك للنا ... س كما مثل النجوم الماء
انت مصباح كل فضل فما ... تصدر الا عن ضوئك الاضواء
لك ذات العلوم من عالم الغيب ... ومنها لآدم الاسماء
لم تزل في ضمائر الغيب[2] تختا ... ر لك الامهات والآباء
ما مضت فترة من الرسل الا ... بشرت قومها بك الانبياء
تتباهى بك العصور وتسمو ... بك علياء بعدها علياء
وبدا للوجود منك كريم ... من كريم آباؤه كرماء
نسب تحسب العلى بحلاه ... قلدتها نجومها الجوزاء
ومنها فهنيئا به لآمنة الفضـ ... ـل الذي شرفت به حواء
من لحواء انها حملت احمد ... او انها به نفساء
يوم نالت بوضعه ابنة وهب ... من فخار ما لم تنله النساء
واتت قومها بافضل مما ... حملت قبل مريم العذراء

فائدة

قال ابن ابي حاتم في تفسيره: حدثنا ابي حدثنا موسى بن

---

[1] هو الشيخ شرف الدين ابو عبد الله محمد ابن سعيد الدلاصي ثم البوصيري المتوفى سنة اربع وتسعين وست مائة، وقصيدته الهمزية في المدائح النبوية سماها "ام القرى". [2] وفي نسخة: الكون.

وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ ۝ الآیہ (پ۱۳ - ع۱۸)	اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کے پوجنے سے بچا۔

اس آیتِ کریمہ کے تحت ابن جریر اپنی تفسیر میں مجاہد سے نقل کرتے ہیں کہ کہ مجاہد نے کہا، اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا اُنکے فرزندوں کے بارے میں قبول فرمائی، اور اُنکے فرزندوں میں سے کسی نے اس دعا کے بعد بُت کو نہ پوجا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپکی دوسری دعا بھی قبول فرمائی، اور اس شہر مکہ کو امن والا قرار دیا، اور آپکی اہل کو پھلوں کا رزق عطا فرمایا، اور اُنھیں امام بنایا، اور اُنکی نسل میں ایسے لوگ بھی بنائے جو نماز کو قایم رکھنے والے تھے۔

اور امام بیہقی نے "شعب الایمان" میں حضرت وہب بن منبہ سے نقل کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام جب زمین پر آئے تو اُنھیں وحشت پیدا ہوئی، پھر بیت الحرام کے قصہ میں طویل حدیث بیان کی۔ اُس میں ہے کہ آدم علیہ السلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں حق تعالیٰ نے فرمایا واجعله امة واحدة قانتا بامری داعیا الی سبیلی اجتبیه واهدیه الی الصراط المستقیم (اور بنا اسکو ایک امت میرے حکم کو بجا لانے والا، میرے راستہ کی طرف بلانے والا ہو، اُسے برگزیدہ کرکے سیدھے راستہ کی ہدایت فرما۔) انکی یہ دعا انکے بعد کی اولاد و نسل کے بارے میں قبول کی گئی، اور انکے حق میں انکی سفارش مانی گئی، اور انکو اس خانہ کعبہ کا اہل بنایا، اور اس کا متولی و حامی بنایا۔ الحدیث

یہ روایت، شروع میں مذکور مجاہد کے قول کے موافق ہے۔ اس میں شک نہیں کہ خانۂ کعبہ کی تولیت خصوصیت کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد کے ساتھ مشہور و معروف تھی، نہ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تمام نسل کے ساتھ، یہانتک کہ عمرو خزاعی نے انہی سے چھینا، پھر بعد کو بھی انہی کی طرف لوٹی۔

لہذا معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے جو کچھ افضلیت کے بارے میں

ایوب لنصیبی حدثنا حمزة عن عثمان بن عطاء عن ابیه قال: بین النبی صلی الله علیه واله وسلم وبین ادم علیه السلام تسعة واربعون ابا.

الامر الثالث اثر ورد فی ام النبی صلی الله علیه واله وسلم خاصة، اخرج ابونعیم فی "دلائل النبوة" بسند ضعیف من طریق الزهری عن ام سماعة بنت أبی رهم عن امها قالت: شهدت امنة ام رسول الله صلی الله علیه واله وسلم فی علتها التی ماتت فیها ومحمد صلی الله علیه واله وسلم غلام یفع له خمس سنین عند رأسها فنظرت الی وجهه ثم قالت:

بارك فیك الله من غلام ... یا ابن الذی من حومة الحمام
نجا بعون الملك المنعام ... فودی غداة الضرب بالسهام
بمائة من ابل سوام ... ان صح ما ابصرت فی المنام
فانت مبعوث الی الانام ... من عند ذی الجلال والاكرام
تبعث فی الحل وفی الحرام ... تبعث بالتحقیق والاسلام
دین ابیك البر ابراهام ... فالله ینهاك عن الاصنام
ان لا توالیها مع الاقوام

ثم قالت: كل حی میت، وكل جدید بال، وكل كبیر یفنی، وانا میتة وذكری باق، وقد تركت خیرا وولدت طهرا، ثم ماتت وكنا نسمع نوح الجن علیها فحفظنا من ذلك:

نبكی الفتاة البرة الامینه ... ذات الجمال العفة الرزینه
زوجة عبد الله والقرینه ... ام نبی الله ذی السكینه
وصاحب المنبر فی المدینه ... صارت لدی حفرتها رهینه

ذکر کیا گیا ہے وہی اسکے اہل تھے، کیونکہ سب سے افضل حضرات، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اجدادِ کرام کے سلسلہ کے یہی لوگ رہے ہیں، اور یہی حضرات برگزیدگی کے ساتھ خاص ہوئے اور انہی کی طرف نورِ نبوّت یکے بعد دیگرے منتقل ہوتا رہا، اور یہی حضرات اسکے زیادہ لائق ہیں کہ اِن میں کے بعض حضرات فرمانِ الٰہی

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ کے مشارٌ الیہ ہوں۔ | اے رب مجھے اور میری نسل کے کچھ لوگوں کو نماز قایم رکھنے والا بنا۔

اور ابنِ ابی حاتم نے حضرتِ سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ان سے کسی نے دریافت کیا کہ کیا حضرتِ اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کسی نے بتوں کو پوجا ہے؟ فرمایا، نہیں! کیا تم نے خدا کا یہ فرمان نہیں سُنا کہ :-

وَاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ الآیہ | اور مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کے پوجنے سے بچا۔

کسی نے سوال کیا کہ حضرتِ اسحاق علیہ السلام کی اولاد، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تمام اولاد کیوں داخل نہیں؟ فرمایا اسلیے کہ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام نے اس شہرِ مکّہ کے رہنے والوں کے لیے دعا مانگی کہ وہ بتوں کو نہ پوجیں، جبکہ اُنکی اولاد خاص اس شہر میں بس گئی اُس وقت عرض کیا :-

اِجْعَلْ ھٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا | اس شہر کو امن والا بنا۔

اُنھوں نے تمام شہروں کیلیے دعا نہ مانگی۔ پھر عرض کیا وَاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کے پوجنے سے بچا)۔ اسی تذکرہ میں ہے کہ اُنھوں نے اپنی اہل کو خاص کرکے عرض کیا :-

رَبَّنَا اِنِّیْۤ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ الآیہ | اے میرے رب میں نے اپنی کچھ اولاد ایک وادی میں بسائی جس میں کھیتی نہیں ہوتی۔ تیرے حرمت والے گھر کے پاس اے ہمارے رب اسلیے کہ وہ نماز قایم رکھیں

وانت ترى هذا الكلام منها صريحا فى النهي عن موالاة الاصنام مع الاقوام، والاعتراف بدين ابراهيم عليه السلام، وبعث[1] ولدها الى الانام من عند ذى الجلال والاكرام بالاسلام، وهذه الالفاظ منافية للشرك. وقولها: تبعث بالتحقيق، كذا هو فى النسخة، وعندى انه تصحيف وانما هو بالتخفيف. ثم انى استقرأت امهات الانبياء عليهم السلام فوجدتهن مؤمنات، فام اسحق وموسى وهارون وعيسى وموسى وحواء أم شيث عليهم السلام مذكورات فى القرآن بل قيل بنبوتهن، ووردت الاحاديث بايمان هاجر ام اسمعيل وام يعقوب وامهات اولاده وام داود وسليمان وزكريا ويحيى وشمويل وشمعون وذى الكفل عليهم السلام، ونص بعض المفسرين على ايمان ام نوح وام ابراهيم عليهم السلام، ورجحه ابن حبان فى تفسيره. وقد تقدم عن ابن عباس رضى الله عنهما: انه لم يكن بين نوح وادم عليهما السلام والد كافر، ولهذا قال: "رب اغفر لى ولوالدىّ ولمن دخل بيتى مؤمنا"، وقال ابراهيم: "رب اغفر لى ولوالدى وللمؤمنين يوم يقوم الحساب"، ولم يعتذر عن استغفار ابراهيم فى القرآن الا لابيه خاصة دون امه، فدل على انها كانت مؤمنة.

واخرج الحاكم فى "المستدرك" وصححه عن ابن عباس قال: كانت الانبياء من بنى اسرائيل الا عشرة: نوح وهود وصالح ولوط وشعيب وابراهيم واسمعيل واسحق ويعقوب ومحمد عليهم الصلاة والسلام، وبنو اسرائيل كلهم كانوا مؤمنين لم يكن فيهم كافر الى ان بعث عيسى فكفر به من كفر، فامهات الانبياء الذين من بنى اسرائيل كلهم مؤمنات، وايضا فاغلب

---

[1] كذا، ولعله: يبعث - تك كذا -

اب تم حضرت سفیان بن عینیہ رضی اللہ عنہ کے اس جوابیہ پر غور کرو، کیونکہ یہ یکتائے ائمہ مجتہدین اور ہمارے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے امام و شیخ ہیں رحمۃ اللہ علیہما

تیسری آیتِ کریمہ:۔ اللہ تعالیٰ، حضرتِ ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کو بیان فرماتا ہے کہ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ (پ۱۳-ع۱۸) { اے رب مجھے اور میری نسل کو نماز قایم کرنے والا بنا۔

اس آیتِ کریمہ کے تحت ابن المنذر، حضرت ابن جریج سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا، حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں سے کچھ لوگ ہمیشہ فطرت پر رہے ہیں اور انھوں نے اللہ تعالےٰ کی عبادت کی ہے۔

چوتھی آیتِ کریمہ:۔ حضرت ابوالشیخ اپنی تفسیر میں حضرتِ زید بن علی (ابن الحسین بن علی المرتضیٰ) رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ حضرت سارہ نے کہا جبکہ فرشتوں نے اُن کو بشارت دی تھی کہ:۔

قَالَتْ یٰوَیْلَتٰۤی ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّھٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ ۝ (پ۱۲-ع۷)	سارہ بولی ہائے خرابی میرے بچہ ہوگا؟ اور میں بوڑھی ہوں، اور یہ ہیں میرے شوہر بوڑھے، بیشک یہ تو اچنبے کی بات ہے
قَالُوْۤا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکٰتُہٗ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الْبَیْتِ اِنَّہٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝ (پ۱۲-ع۷)	فرشتوں نے کہا سارہ سے کہو، کیا تم اللہ کے کام کا اچنبا کرتی ہو؟ اللہ کی رحمت اور اسکی برکتیں تم پر، گھر والوں پر، بیشک وہی سب خوبیوں والا عزت والا ہے۔

اور حضرت زید موصوف الصدر فرماتے ہیں کہ یہی مطلب اللہ تعالےٰ کے ارشاد

وَجَعَلَھَا کَلِمَۃً بَاقِیَۃً فِیْ عَقِبِہٖ	اور اسے کلمہ باقیہ انکی نسل میں بنایا

کا ہے کہ محمد (مصطفےٰ) صلی اللہ علیہ وسلم، حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کے عقب و نسل سے ہیں اور اس میں داخل ہیں۔

انبياء بني اسرائيل كانوا اولاد انبياء او اولادهم فان النبوة كانت تكون في سبط منهم يتناسلون كما هو معروف في اخبارهم. واما العشرة المذكورون من غير بني اسرائيل فقد ثبت ايمان ام نوح وابراهيم واسمعيل واسحاق ويعقوب، وبقي ام هود وصالح ولوط وشعيب عليهم السلام، يحتاج الى نقل او دليل، والظاهر ان شاء الله تعالى ايمانهن؛ فكذلك ام النبي صلى الله عليه واله وسلم، وكان السر في ذلك مايرينه من النور وورد في الحديث: اخرج احمد والبزار والطبراني والحاكم والبيهقي عن العرباض بن سارية ان رسول الله صلى الله عليه واله وسلم قال: اني عند الله لخاتم النبيين وان ادم لمنجدل في طينته، وساخبركم عن ذلك دعوة ابراهيم وبشارة عيسى ورؤيا امي التي رأت. وكذلك امهات النبيين يرين وان ام رسول الله صلى الله عليه واله وسلم رأت حين وضعته نورا اضاءت له قصور الشام، ولاشك ان الذي رأته ام النبي صلى الله عليه واله وسلم في حال حملها به وولادتها له من الآيات اكثر واعظم مما رآه سائر امهات الانبياء، كما سقنا الاخبار بذلك في "كتاب المعجزات".

وقد ذكر بعضهم: انه لم يرضعه مرضعة الا اسلمت، قال: ومرضعاته اربع: امه وحليمة السعدية وثويبة وأم ايمن. انتهى. فان قلت: فما تصنع بالاحاديث الدالة على كفرها وانها في النار؟ وهي حديث انه صلى الله عليه واله وسلم قال: ليت شعري مافعل ابواي! فنزلت: "ولا تسئل عن اصحب الجحيم"، وحديث انه استغفر لامه فضرب جبرئيل في صدره وقال: لا تستغفر لمن مات مشركا. وحديث انه نزل فيها: "ما كان للنبي والذين امنوا ان يستغفروا للمشركين". وحديث انه قال لابني مليكة:

اور ابن حبیب نے اپنی "تاریخ" میں سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ عدنان، معد، ربیعہ، مضر، اور خزیمہ اور ان کے آباء و اجداد ملتِ سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر تھے، اُن کو بھلائی کے ساتھ یاد کرو۔

اور ابو جعفر طبری وغیرہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ارمیاہ (علیہ السلام) کو وحی فرمائی کہ تم بخت نصر کے پاس جاؤ، اور اُسے بتادو کہ میں نے عرب پر تجھے غلبہ عطا کر دیا۔ اور ارمیاہ (علیہ السلام) کو حکم فرمایا کہ وہ اپنے ساتھ سواری پر معد بن عدنان کو لیجائے، تاکہ اُسے کوئی خرابی نہ پہنچے، کیونکہ میں اُسکے صلب (پشت) سے عزت والا نبی پیدا کرونگا، اور اُس پر سلسلۂ رسالت کو ختم کروں گا۔ چنانچہ ارمیاہ (علیہ السلام) نے ایسا ہی کیا، اور معد کو ارضِ شام لیگئے، اور بنی اسرائیل کے ساتھ رکھا۔ پھر فتنوں کی درستگی کے بعد لوٹ آئے۔

اور ابن سعد نے "الطبقات" میں مرسلاً عبد اللہ بن خالد سے نقل کیا کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مضر کو برا نہ کہو، بیشک وہ مسلمان تھے۔ اور سہیلی "الروض الأنف" میں مذکورہ حدیث میں کہتے ہیں کہ نہ مضر کو برا کہو، اور نہ ربیعہ کو، کیونکہ یہ دونوں مسلمان تھے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بات قابلِ اعتماد ہے۔

ابو بکر محمد بن خلف بن حبان المعروف بہ وکیع "الغرر من الاخبار" میں اسے نقل کرکے فرماتے ہیں، ہم سے اسحاق بن داؤد بن عیسیٰ مروزی ابو یعقوب شعرانی نے حدیث بیان کرتے ہوئے کہا کہ ہم سے سلیمان بن عبد الرحمٰن دمشقی نے حدیث بیان کرکے کہا کہ ہم سے عثمان بن قائد، اُن سے یحییٰ بن طلحہ بن عبید اللہ اُن سے اسمٰعیل بن محمد بن سعد ابن وقاص، اُن سے عبد الرحمٰن بن ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہم نے حدیث بیان کی، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا کہ ربیعہ اور مضر کو برا نہ کہو، کیونکہ یہ دونوں مسلمان تھے

امكما في النار، فشق عليهما فدعاهما فقال: ان امي مع امكما.

قلت: الجواب ان غالب ما يروى من ذلك ضعيف، ولم يصح في امر ام النبي صلى الله عليه وآله وسلم سوى حديث انه استأذن في الاستغفار لها فلم يؤذن له، ولم يصح أيضا في ابيه الاحديث مسلم خاصة، وسيأتي الجواب عنهما. واما الاحاديث التي ذكرت فحديث: ليت شعري ما فعل ابواي، فنزلت الآية، لم يخرج في شيء من كتب الاحاديث المعتمدة، وانما ذكره في بعض التفاسير بسند منقطع لا يحتج به ولا يعول عليه، ولو جئنا نحتج بالاحاديث الواهية لعارضناك بحديث رواه: اخرجه ابن الجوزي من حديث علي رضي الله عنه مرفوعا: هبط جبريل علي فقال: ان الله يقرئك السلام ويقول: اني حرمت النار على صلب انزلك وبطن حملك وحجر كفلك. ويكون من باب معارضة الواهي بالواهي الا انا لا نرى ذلك ولا نحتج به. ثم ان هذا السبب مردود بوجوه اخرى من جملة الاصول والبلاغة واسرار البيان، وذلك ان الآيات من قبل هذه الآية ومن بعدها كلها في اليهود من قوله تعالى: "يبني اسرآئيل اذكروا نعمتي التي انعمت عليكم واوفوا بعهدي اوف بعهدكم واياي فارهبون"، الى قوله تعالى: "واذ ابتلى ابراهيم ربه"، ولهذا اختتمت القصة بمثل ما صدرت به وهو قوله: "يبني اسرائيل اذكروا نعمتي التي انعمت عليكم" الآيتين، فتبين ان المراد باصحاب الجحيم كفار اهل الكتاب.

وقد ورد ذلك مصرحا به في الاثر، اخرج عبد بن حميد والفريابي وابن جرير وابن المنذر في تفاسيرهم عن مجاهد قال: من اول البقرة اربع آيات في نعت المؤمنين، وآيتان في نعت الكافرين، وثلاث عشرة

اور اپنی سند کے ساتھ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمیم اور ضبیہ کو برا نہ کہو، کیونکہ یہ سب مسلمان تھے۔ اور اپنی سند کے ساتھ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ انھوں نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیس کو برا نہ کہو کیونکہ وہ مسلمان تھے۔ پھر سہیلی فرماتے ہیں کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ حضور نے فرمایا کہ الیاس کو برا نہ کہو، کیونکہ وہ مسلمان و مومن تھے۔ انھوں نے بیان کیا کہ وہ اپنی پشت میں حج کے موسم میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تلبیہ کی آواز سنتے تھے۔

فرماتے ہیں کہ کعب بن لوی وہ پہلا شخص ہے جس نے "یوم العروبۃ" کا اجتماع کیا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یہی وہ پہلا شخص ہے جس نے اس دن کا نام "الجمعہ" رکھا، کیونکہ تمام قریش اس دن انکے پاس جمع ہوتے، وہ انھیں خطبہ دیتے اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی یاد دہانی کراتے تھے، اور وہ انھیں بتاتے کہ وہ نبیٔ کریم اپنی اولاد میں سے ہونگے۔ اور انھیں حکم دیتے کہ وہ ان پر ایمان لاکر انکی پیروی کریں، اس خصوص میں انھوں نے چند اشعار کہے، جن میں سے ایک یہ ہے

یا لیتنی شاہدٌ نجواء دعوتہٖ	اذا قریش تبغی الحق خذلانا
یعنی اے کاش میں انکی دعوت کے وقت موجود ہوتا	جبکہ قریش حق کو رسوا کرنا چاہینگے

فرماتے ہیں کہ ماوردی نے بیان کیا ہے کہ یہ خبر محمد بن کعب سے کتاب "اعلام النبوۃ" میں ہے۔ انتہیٰ

میں کہتا ہوں کہ اس خبر کو ابونعیم نے "دلائل النبوۃ" میں اسکی سند کیساتھ جو ابی سلمہ بن عبد الرحمٰن بن عوف سے ہے نقل کیا ہے، اور اسکے آخر میں ہے کہ کعب کے انتقال اور نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے درمیان پانچ سو ساٹھ برس کا فاصلہ تھا۔ اور ماوردی مذکور ہمارے ائمہ کے شاگردوں میں سے

اية في نعت المؤمنين، وايتان في نعت الكافرين، وثلاث عشرة اية في المنفقين، ومن اربعين اية الى عشرين ومائة في بني اسرائيل اشارة صحيحة؛ ومما يؤكد ذلك ان السورة مدنية واكثر ما خوطب فيها اليهود، وترشح ذلك من حيث المناسبة ان الجحيم اسم لما عظم من النار كما هو مقتضى اللغة والآثار. آخرج ابن ابي حاتم عن ابي مالك في قوله تعالى: "اصحب الجحيم"، ما عظم من النار. آخرج ابن جرير وابن المنذر عن ابن جريج في قوله تعالى: "لها سبعة ابواب"، قال اولها جهنم ثم لظى ثم الحطمة ثم السعير ثم سقر ثم الجحيم ثم الهاوية، قال والجحيم فيها ابو جهل. اسناده صحيح ايضا، فاللائق هذه المنزلة من عظم كفره و اشد وزره وعاند عند الدعوة وبدل وحرف وجحد بعد علم، لا من هو بمظنة التخفيف؛ واذا كان قد صح في ابي طالب انه اهون اهل النار عذابا لقرابته منه صلى الله عليه وآله وسلم وبره به مع ادراكه الدعوة وامتناعه من الاجابة وطول عمره فما ظنك بابويه اللذين هما اشد منه قربا واكد حبا وابسط عذرا واقصر عمرا! فمعاذ الله ان يظن بهما انهما في طبقة الجحيم وان يشدد عليهما العذاب العظيم! هذا لا يفهمه من له ادنى ذوق سليم. واما حديث ان جبرئيل ضرب في صدره وقال: لا تستغفر لمن مات مشركا، فان البزار اخرجه بسند فيه من لا يعرف؛ واما حديث نزول الاية في ذلك فضعيف ايضا، والثابت في الصحيح انها نزلت في ابي طالب وقوله صلى الله عليه وآله وسلم له: لاستغفرن لك مالم انه عنك. واما حديث: أمي مع امكما، فاخرجه الحاكم في مستدركه وقال: صحيح؛ وشأن "المستدرك" في تساهله في التصحيح

ایک تھے، جنکی ایک کتاب "الحاوی الکبیر" ہے، اور دوسری کتاب "اعلام النبوۃ" ہے
ضخیم کتابیں ہیں، اور بہت زیادہ فوائد والی ہیں، میں نے اسے دیکھا ہے، اور عنقریب
اُس میں سے کچھ میں اس کتاب میں بھی نقل کروں گا۔

جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے آباء واجداد، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے کعب بن لوی تک سب کے
سب حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کے دین پر تھے، اور کعب کے فرزند، مرۃ بن کعب
ظاہر ہے کہ وہ بھی ایسے ہی تھے، کیونکہ انکے والد نے انھیں ایمان کی وصیت و
تاکید کی تھی۔ باقی رہی انکی اولاد! جو کہ عبد المطلب تک، چار پشتیں آباء کی ہیں، یعنی
کلاب، قصی، عبد مناف، اور ہشام، انکے بارے میں کسی "نقل" کرنے میں
کامیاب نہ ہوا، نہ اسلام پر، نہ شرک پر۔

لیکن حضرتِ عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے بارے میں تین قول ہیں :۔
ایک[۱] یہ کہ اشبہ یہ ہے کہ انھیں دعوتِ حق نہیں پہنچی، جیسا کہ اُس حدیث سے
ظاہر ہے جو بخاری وغیرہ میں ہے۔ دوسرا[۲] قول یہ ہے کہ وہ توحید اور ملتِ ابراہیمی پر
تھے۔ یہ بات امام فخر الدین رازی، اور آیاتِ سابقہ کی تفسیروں میں مجاہد اور
سفیان ابن عیینہ وغیرہ کے قول سے عام طور پر ظاہر ہوتی ہے۔ تیسرا قول یہ ہے
کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد اللہ تعالےٰ نے انھیں زندہ فرمایا،
یہانتک کہ وہ آپ پر ایمان واسلام لائے، پھر انتقال کر گئے۔ اسے ابن سید الناس
نے بیان کیا، یہ قول بہت زیادہ ضعیف، سب سے زیادہ ساقط اور ناقابلِ اعتناء
ہے۔ کیونکہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے، اور نہ سرے سے کوئی حدیث ہی وارد ہے
نہ از قسمِ ضعیف، نہ از قسمِ غیر۔ اور نہ اہلِ سنت کے کسی امام نے ایسا قول کہا ہے
البتہ اسے بعض شیعہ سے بیان کرتے ہیں۔ لہٰذا اکثر مصنفوں نے پہلے ہی دو[۲] قولوں
پر یہ اکتفاء کیا ہے اور تیسرے کے بیان سے خاموشی اختیار رکھی ہے، کیونکہ شیعہ کے خلاف کو لائق اعتناء نہیں سمجھا۔

معروف، وقد تقرر في علوم الحديث انه لا يقبل تفرده بالصحيح.

ثم ان الذهبي في "مختصر المستدرك" لما اورد هذا الحديث ونقل قول الحاكم: صحيح، قال عقبه قلت: لا والله! فعثمان بن عمير ضعفه الدارقطني فبين الذهبي ضعف الحديث وحلف عليه يمينا شرعيا. واذا لم يكن في المسالة الا احاديث ضعيفة كان للنظر في غيرها مجال.

الامر الرابع فيما ننتصر به لهذا المسلك انه قد ثبت عن جماعة كانوا في زمن الجاهلية انهم حنفوا وتدينوا بدين ابراهيم عليه السلام وتركوا الشرك، فما المانع ان يكون ابوا النبي صلى الله عليه وآله وسلم سلكوا سبيلهم في كل ذلك! وقال الحافظ ابو الفرج ابن الجوزي في "التلقيح"[1]: تسمية من رفض عبادة الاصنام في الجاهلية: ابوبكر الصديق، زيد بن عمرو بن نفيل، عبد الله بن جحش، عثمان بن الحويرث، ورقه بن نوفل، رباب بنت البراء، اسعد بن كريب الحميري، قس بن ساعدة الايادي، ابوقيس بن صرمة - انتهى. وقد وردت الاحاديث بتحقيق زيد بن عمرو بن نفيل وورقة وقس، وقد روى ابن اسحاق واصله في الصحيح تعليقا عن اسماء بنت ابي بكر رضي الله عنهما قالت: لقد رايت زيد بن عمرو بن نفيل مسند اظهره الى الكعبة يقول: يا معشر قريش إما اصبح منكم احد على دين ابراهيم غيري، ثم

[1] اسمه "تلقيح فهوم الاثرة في التاريخ والسيرة" لابي الفرج عبد الرحمن ابن علي ابن الجوزي البغدادي المتوفى سنة سبع وتسعين وخمس مائة، وهو كتاب على اسلوب "المعارف" لابن قتيبة، بين فيها اصناف الصحابة والصحابيات والتابعين بذكر اسمائهم، كما في "كشف الظنون".

اور حضرت سہیلی "الروض الانف" میں فرماتے ہیں کہ صحیح یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوطالب کے پاس اُنکی موت کے وقت تشریف لیگئے، اُنکے پاس ابوجہل اور ابن ابی امیہ بیٹھا ہوا تھا۔ حضور نے فرمایا اے چچا کہو لا الٰہ الا اللہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور تمہارے کلمہ کی شہادت دیدوں گا۔ اس پر ابوجہل اور ابن ابی امیہ نے ابوطالب سے کہا، کیا تم عبدالمطلب کی ملت سے پھرتے ہو ابوطالب نے کہا میں عبدالمطلب کی ہی ملت پر ہوں۔ سہیلی فرماتے ہیں کہ ظاہر حدیث مقتضی ہے کہ حضرت عبدالمطلب کا انتقال شرک پر ہوا۔ فرماتے ہیں، لیکن میں نے کتاب "المسعودی" کے کچھ حصہ میں حضرت عبدالمطلب کے بارے میں اختلاف پایا ہے۔ اُس میں ایک قول یہ ہے کہ انکا انتقال اسلام پر ہُوا۔ جسوقت میں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے کچھ دلائل کو دیکھا، تو معلوم ہوا کہ وہ صرف توحید پر تھے، واللہ اعلم

علاوہ بریں "مسند البزار" اور کتاب "النسائی" میں ایک حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدتنا فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا سے فرمایا، میں نے قوم انصار کی عزت افزائی کی ہے شاید کہ مہاجرین کو کوئی کدورت انکے ساتھ ہو جائے۔ انھوں نے عرض کیا نہیں، اگر انھیں ان کے ساتھ کدورت ہوتی تو آپ جنت میں نہ دیکھتے، حتیٰ کہ آپ نے دادا (حضرت عبدالمطلب) کو بھی جنت میں دیکھا ہے۔

وہ فرماتے ہیں کہ ابوداؤد نے اس حدیث کو نقل کیا ہے، لیکن اس میں "حتیٰ یراها جد ابیك" کا ذکر نہیں ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ الفاظ حدیث میں "جد ابیك" ہے "جدك" نہیں کہا گیا، اس سے اُس ضعیف حدیث کی تقویت ہوتی ہے جسے ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کے ماں باپ کو زندہ فرمایا اور آپ پر ایمان لائے، واللہ اعلم۔ فرماتے ہیں ممکن ہے کہ اس سے اُنھیں

يقول: اللهم! لو اعلم احب الوجود اليك عبدتك به ولكني لا اعلم.

قلت: ويؤيد هذا ما تقدم في المسلك الاول انه لم يبق اذ ذاك من يبلغ الدعوة ويعرف حقيقتها على وجهها. واخرج ابو نعيم في "دلائل النبوة" عن عمرو بن عبسة السلمي قال: رغبت عن الهة قومي في الجاهلية ورأيت انها الباطل يعبدون الحجارة. اخرج البيهقي وابو نعيم كلاهما في "الدلائل" من طريق الشعبي عن شيخ من جهينة: عن عمرو بن حبيب ادرك الاسلام. وقال امام الاشاعرة الشيخ ابو الحسن الاشعري: وابو بكر ما زال بعين الرضا منه، فاختلف الناس في مراده بهذا الكلام فقال بعضهم: ان الاشعري يقول: ان ابا بكر الصديق كان مؤمنا قبل البعثة، وقال آخرون: بل اراد انه لم يزل بحالة غير مغضوب فيها عليه لعلم الله تعالى بانه سيؤمن ويصير من خلاصة الابرار. وقال الشيخ تقي الدين السبكي: لو كان هذا مراده لاستوى الصديق وسائر الصحابة في ذلك، وهذه العبارة التي قالها الاشعري في حق الصديق لم يحفظ عنه في حق غيره؛ فالصواب ان يقال: لم يثبت عنه حالة كفر بالله فلعل حاله قبل البعث كحال زيد بن عمرو بن نفيل واقرانه فلهذا اخصص الصديق بالذكر عن غيره من الصحابة.

انتهى كلام السبكي. قلت: وكذلك نقول في حق ابوي النبي صلى الله عليه واله وسلم: انهما لم يثبت عنهما حالة كفر بالله فلعل حالهما كحال زيد بن عمرو بن نفيل وابي بكر الصديق واضرابهما، مع ان الصديق وزيد بن عمرو انما حصل لهما التحنيف في الجاهلية ببركة النبي صلى الله عليه وآله وسلم فانهما كانا صديقين له قبل البعثة

ڈرانا مقصود ہو، اسلیے کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا حق ہے اور ان کا انکے ساتھ کہدینا دائمی جہنم کو واجب نہیں کرتا۔" یہ سب سہیلی کا کلام تھا۔

اور امام شہرستانی "الملل والنحل" میں فرماتے ہیں کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ مبارک کا کچھ اظہار حضرت عبد المطلب کی ایسی خصلتوں میں ظاہر تھا۔ اور اسی نور کی برکت سے اپنے فرزند کی قربانی میں نذر کا الہام ہوا، اور اسی کی برکت تھی کہ وہ اپنے فرزند کو ظلم وسرکشی کے چھوڑنے کی تلقین فرماتے، اور انھیں مظلوم اخلاق پر ابھارتے تھے۔ اور اسی نورِ مبارک کی برکت کی بناء پر وہ اپنی وصیتوں میں فرماتے تھے کہ کوئی شخص ہرگز ظالم بنکر دنیا سے نہ جائے، یہانتک کہ اُس سے اسکا بدلہ دلایا جائے، اور اُسے اسکی سزا ملے۔ یہانتک فرماتے کہ اگر کوئی شخص مظلوم مارا گیا، اُس پر عذاب نہ ہوگا۔ کسی نے حضرتِ عبد المطلب سے اس بارے میں پوچھا، تو انھوں نے غور کر کے فرمایا، خدا کی قسم! اس دنیا کے بعد ایک ایسا گھر ہے، جس میں احسان کرنے والے کو احسان کا بدلہ ملیگا، اور برائی کرنے والے کو برائی کی سزا دیجائے گی۔ اور اسی نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت تھی کہ انھوں نے ابرہہ سے کہا، یہ گھر خدا کا گھر ہے، وہی اسکی حفاظت فرمائے گا۔ انہی کے یہ اشعار ہیں جنھیں جبلِ ابو قبیس پر چڑھ کر پڑھا ؎

لاھم ان المرء یمنع رحلہ فامنع حلالك

لا یغلبن صلیبھم ومحالھم عدوا محالك

فانصر علیٰ اٰل الصلیب دعابدیہ الیوم اٰلك

مطلب یہ کہ یہ ابرہہ کے قوم کے آدمی کچھ نہیں ہیں، یہ تمہارا راستہ روکتے ہیں لہٰذا تم ایک طرف ہو جاؤ۔ محال ہے کہ یہ صلیب پرست دشمن غلبہ پاسکیں، ان صلیب پرستوں کی ہلاکت کیلیے خدا سے دعا مانگو۔ آجتک تمہاری نسل خانۂ کعبہ کو مانتی رہی ہے۔" انتہیٰ کلام الشہرستانی۔

وكانا يودانه كثيرا فأبواه أولى بعود بركته عليهما وحفظهما مما كان عليه أهل الجاهلية. فان قلت: بقيت عقدة واحدة وهي ما رواه مسلم عن انس ان رجلا قال: يا رسول الله اين ابي؟ قال: في النار فلما قفا دعاه فقال ان ابي وأباك في النار. وحديث مسلم وابي داود عن ابي هريرة رضي الله عنه ان النبي صلى الله عليه وآله وسلم استأذن في الاستغفار لامه فلم يؤذن له. فاحلل هذه العقدة.

قلت: على الرأس والعين الجواب، ان هذه اللفظة وهي قوله: ان ابي وأباك في النار، لم يتفق على ذكرها الرواة، وانما ذكرها حماد بن سلمة عن ثابت عن أنس وهي الطريق التي رواه مسلم منها وقد خالفه معمر عن ثابت فلم يذكر: ان ابي وأباك في النار، ولكن قال له: اذا مررت بقبر كافر فبشره بالنار.

وهذا اللفظ لا دلالة فيه على والده صلى الله عليه وآله وسلم بامر البتة وهو اثبت من حيث الرواية فان معمرا اثبت من حماد، فان حمادا تكلم في حفظه ووقع في احاديثه مناكير، ذكروا ان ربيبه دسها في كتبه، وكان حماد لا يحفظ فحدث بها فوهم فيها؛ ومن ثم لم يخرج له البخاري شيئا ولا خرج له مسلم في الاصول الا من رواية عن ثابت. قال الحاكم في "المدخل": ما خرج مسلم لحماد في الاصول الا من حديثه عن ثابت، وقد خرج له في "الشواهد" عن طائفة، واما معمر فلم يتكلم في حفظه ولا استنكر شيء من حديثه، واتفق على التخريج له الشيخان فكان لفظه اثبت. ثم وجدنا الحديث ورد من حديث سعد بن ابي وقاص بمثل لفظ رواية معمر عن ثابت عن انس، فاخرج البزار و

سیاقِ کلام کا اقتضا ہے کہ اسے بھی ذکر کر دیا جائے جسے ابنِ سعد نے "الطبقات"
میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ پہلے قتل کی دیت دس اونٹ
تھی، حضرت عبد المطلب وہ پہلے شخص ہیں، جنھوں نے جان کی دیت سو اونٹ
اسکے بعد تمام قریش و عرب میں سو اونٹ کا حکم پھیل گیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے اسے برقرار رکھا۔ اور غزوۂ حنین کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے
آپ کو حضرت عبد المطلب کی طرف منسوب فرماکر ارشاد فرمایا۔

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ ✤ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

میں نبی ہوں، جھوٹ نہیں ہے — میں عبد المطلب کا فرزند ہوں

یہ روایت، امام فخر الدین رازی کے کلام کو اور زیادہ قوی بناتی ہے، اور انکے
کلام کو بھی قوی کرتی ہے جو اسکے موافق ہیں۔ اسلیے کہ احادیث میں کفار والدین
کی طرف نسبت کرنے کی ممانعت آئی ہے۔

امام بیہقی "الشعب" میں ابی ابن کعب، اور معاذ ابنِ جبل کی حدیث سے
روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں دو شخصوں نے
اپنی نسبتوں کا ذکر کیا۔ ایک نے کہا میں فلاں بن فلاں ہوں، دوسرے نے کہا
میں فلاں بن فلاں ہوں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اسی طرح)
دو شخصوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں اپنی نسبتوں کا ذکر کیا، ایک نے
کہا میں فلاں بن فلاں ہوں اور نو پشتوں تک گنایا، اور دوسرے نے کہا
میں فلاں بن فلاں مسلمان ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام
کو وحی فرمائی کہ ان دونوں نسبتوں کے بیان کرنے والوں سے فرمادو کہ اے نسبت
کرنے والے تونے اپنی نسبت نو تک گنائی، وہ تیرے نو باپ جہنم میں ہیں اور دسواں
تو بھی جہنم میں ہے۔ اور اے نسبت کرنے والے تونے اپنے آپ کو دو تک
منسوب کیا، اب تو تیسرا بھی جنت میں ہے۔" امام بیہقی نے اس میں، بروایت

الطبراني والبيهقي من طريق ابراهيم بن سعد عن الزهري عن عامر بن سعد[1] عن ابيه: ان اعرابيا قال لرسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: اين ابي؟ قال: في النار، قال: فاين ابوك؟ قال: حيثما مررت بقبر كافر فبشره بالنار. وهذا اسناد على شرط الشيخين، فتعين الاعتماد على هذا اللفظ وتقديمه على غيره. وقد زاد الطبراني والبيهقي في آخره قال: فأسلم الاعرابي بعد، فقال: لقد كلفني رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم تعبا، ما مررت بقبر كافر الا بشرته بالنار. وقد اخرج ابن ماجه من طريق ابراهيم بن سعد عن الزهري عن سالم[2] عن ابيه قال: جاء اعرابي الى النبي صلى الله عليه وآله وسلم فقال: يا رسول الله! ان ابي كان يصل الرحم وكان وكان فاين هو؟ قال: في النار. قال: فكانه وجد من ذلك. فقال: يا رسول الله! فاين ابوك؟ قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: حيثما مررت بقبر مشرك فبشره بالنار، فاسلم الاعرابي بعد، فقال: لقد كلفني رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم تعبا، ما مررت بقبر كافر الا بشرته بالنار.

فهذه الزيادة اوضحت بلا شك ان هذا اللفظ العام هو الذي صدر منه صلى الله عليه وآله وسلم ورآه الاعرابي بعد اسلامه امرا مقتضيا

---

[1] في "خلاصة تذهيب التهذيب": عامر بن سعد بن ابي وقاص الزهري المدني عن ابيه وعثمان والعباس رضي الله عنهم، وعنه ابنه داود والزهري. قال ابن سعد: كان ثقة كثير الحديث. قال الواقدي: مات سنة اربع ومائة رحمة الله عليه

[2] هو سالم بن عبد الله بن عمر العدوي المدني الفقيه احد الفقهاء السبعة، روى عن ابيه وابي هريرة ورافع بن خديج وعائشة رضي الله عنهم. قال ابن اسحاق: اصح الاسانيد كلها: الزهري عن سالم عن ابيه. مات سنة ست ومائة على الاصح. كذا في الخلاصة.

ابی ریحانہ' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ حضور نے فرمایا جس نے عزت و شرافت جتانے کیلیے اپنے نو کافر باپوں کی طرف نسبت کریں، اب وہ دسواں بھی جہنمی ہے۔ اور امام بیہقی نے اسی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مسلمانو! زمانہ جاہلیت میں مرنے والے اپنے کافر والدین پر فخر نہ کرو۔ قسم ہے اُس ذات کی جسکے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! جبکہ اُس کی ناک خاک آلود ہو جائے، وہ اس سے بہتر ہے کہ وہ اپنے اُن باپوں پر فخر کرے جو جاہلیت میں مر چکے ہیں۔ اور امام بیہقی نے اسی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے جاہلیت کے غرور اور باپوں کے تفاخر سے تمہیں نکالا ہے، تاکہ تم فخر کرنے والوں کی قوم سے محفوظ رہو، کیونکہ وہ جہنم کی آگ کے ایندھن ہیں۔ یا یہ کہ اللہ تعالیٰ پر زیادہ آسان ہے کہ وہ لوگ فخر پر رہیں اور اُنکے نتھنوں سے بدبو نکلے" اس معنیٰ کی احادیث بکثرت ہیں، اور اس سے زیادہ وضاحت کرنے والی مسلم کی وہ حدیث ہے، جسے امام بیہقی نے "شعب الایمان" میں بیان کیا کہ میری اُمت میں جاہلیت کی چار ایسی باتیں ہیں جنھیں وہ چھوڑنے والے نہیں، اُن میں سے ایک حسب و نسب میں فخر کرنا ہے"۔

عقبہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص' اسکے معارضہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث لائے جس میں بنی ہاشم کی برگزیدگی کا ذکر ہے، تو اس کا جواب حلیمی نے یہ دیا ہے کہ وہ حدیث فخر کیلیے وارد نہیں ہوئی ہے، بلکہ ذکر کیے ہوئے افراد کے مراتب و منازلِ تشریف اس سے مراد ہے۔ مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ میرا باپ فقیہ ہے، تو اس سے فخر کرنا مراد نہ ہوگا، بلکہ اُسکی مراد اپنے حال کی تعریف ہوگی، نہ کہ اسکے سوا کچھ اور۔ عقبہ کہتے ہیں کہ کبھی اس سے اظہار شکر کیلیے خدا کی اُن نعمتوں کی طرف اشارہ کرنا مراد ہوتا ہے، جو اُسکے اُوپر، اور اُسکے

للامتثال فلم يتعقبه الا امتثاله . ولو كان الجواب باللفظ الاول لم يكن فيه امر بشئ البتة ، فعلم ان اللفظ الاول من تصرف الراوى ، رواه بالمعنى على حسب فهمه . وقد وقع فى الصحيحين روايات كثيرة من هذا النمط فيها لفظ تصرف فيه الراوى وغيره اثبت منه كحديث مسلم عن انس فى نفى قراءة البسملة ، وقد اعله الامام الشافعى رضى الله عنه بذلك و قال : ان الثابت من طريق آخر بنفى سماعها ففهم منه الراوى نفى قراءتها فرواه بالمعنى على ما فهمه فاخطأ . ونحن اجبنا عن حديث مسلم فى هذا المقام بنظير ما اجاب به امامنا الامام الشافعى رضى الله عنه عن حديث مسلم فى نفى قراءة البسملة ، ثم لو فرض اتفاق الرواة على اللفظ الاول كان معارضا لما تقدم من الادلة . والحديث الصحيح اذا عارضه ادلة اخرى هى ارجح منه وجب تاويله وتقديم تلك الادلة عليه كما هو مقرر فى الاصول . وبهذا الجواب الاخير يجاب عن حديث عدم الاذن فى الاستغفار لامه على انه يمكن فيه دعوى عدم الملازمة بدليل انه كان فى صدر الاسلام ممنوعا من الصلاة على من عليه دين وهو مسلم فلعله كانت عليها تبعات غير الكفر فمنع ايضا من الاستغفار لها بسببها ، والجواب الاول انقد ، وهذا تاويل فى الجملة .

ثم رأيت طريقا للحديث مثل لفظ رواية معمر و ازيد وضوحا وذلك انه صرح فيه بان السائل اراد ان يسأل عن ابيه صلى الله عليه وآله وسلم فعدى عن ذلك تجملا وتأدبا ، فاخرج الحاكم فى "المستدرك" وصححه عن لقيط بن عامر انه خرج وافدا الى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ومعه نهيك بن عاصم بن مالك بن المنتفق ، قال : فقدمنا

آباء کے اوپر ہوئی ہیں، اور یہ استطالت و فخر کچھ نہیں ہے۔ انتہیٰ

لہٰذا ان کا یہ کہنا کہ مذکورہ افراد کے منازل و مراتب کی تعریف یا شکر کے طریقہ پر اپنے اور آباء پر نعمتِ الٰہی کی طرف اشارہ کرنا مراد ہے، اس سے امام فخر الدین رازی کے کلام کی تقویت ہوتی ہے کہ وہ علی العموم جاری ہے، جیسا کہ مخفی نہیں۔ اسلیے کہ اصطفاء و برگزیدگی اُسی کے لیے خاص ہے جو توحید پر ہو۔ اور بلاشبہ حضرت عبد المطلب کے بارے میں خصوصیت کے ساتھ ترجیح دینا بہت دشوار ہے، اسلیے کہ بخاری کی وہ حدیث جس میں ابوجہل نے ابوطالب کو ایمان لانے سے ملتِ عبد المطلب کے استدلال سے روکا، قوی التصادم ہے۔ اگر اسکی تاویل کے درپے ہوں، تو تاویل قریب نہیں پائی جاتی۔ رہی تاویل بعید، تو اُسے اہلِ اصول تسلیم نہیں کرتے اسی بناء پر امام بیہقی نے دلائل میں تصادم کو دیکھا، اور ترجیح پر قدرت نہ پائی تو توقف کیا۔ فواللہ اعلم

مسئلہ توقف مناسب ہے کہ چھٹے قول کو بھی بیان کر دیا جائے جو کہ توقف ہے اور اکثر اوقات ایسا ہی ہوتا ہے کہ مجھے جب حدیث کی تاویل میں دو دو رکی وجہیں پیدا ہو جاتی ہیں، تو دونوں کو چھوڑ دیتا ہوں (اور توقف پر عمل کرتا ہوں) لیکن نسائی کی حدیث میں تاویل قریب ہے، اور سہیلی نے اسکا دروازہ کھولا ہے اگرچہ وہ پورا نہ کر سکے۔ البتہ معارضۂ قویہ کے باوجود حضرتِ عبد اللہ کی جانب ترجیح آسان ہے، وہ مسلم کی حدیث ہے۔ اسلیے کہ سہیلی نے جو کچھ کہا ہے، وہ انتہائی اور جلی تاویل قریب ہے، اور تاویل کی جانب، ترجیح پر دلائل قایم کیے ہیں۔ لہٰذا اُسے اختیار کرنا آسان ہے، واللہ اعلم۔

پھر یہ کہ میں نے امام ابوالحسن ماوردی رحمۃ اللہ کا وہ ارشاد دیکھا ہے، جو انھوں نے امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ کے کلام کی طرف کیا ہے، مگر وہ اتنا صریح نہیں ہے جتنا انھوں نے اپنی کتاب اعلام النبوۃ میں صراحۃً فرمایا ہے

المدينة لانسلاخ رجب فصلينا معه صلاة الغداة، فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم في الناس خطيبا. فذكر الحديث الى ان قال فقلت: يا رسول الله! هل في احد ممن مضى منا في الجاهلية من خير؟ فقال رجل من عرض قريش: ان اباك المتفق في النار، فكانه وقع بحر بين جلد وجهي ولحمي مما قال لابي على رؤوس الناس، فهممت ان اقول: وابوك يا رسول الله؟ ثم نظرت فاذى الاخرى اجمل فقلت: واهلك يا رسول الله؟ قال: ما اتيت عليه من قبر قرشي او عامري مشرك فقل: ارسلني اليك محمد فابشرك بما يسوءك.

هذه رواية لا اشكال فيها، وهي اوضح الروايات وابينها تقريرا، وما المانع ان يكون قول السائل: فاين ابوك؟ وقوله صلى الله عليه وآله وسلم في حديث انس: ان ابي، ان ثبت المراد به عمه ابو طالب لا ابوه عبد الله كما قال بذلك الامام فخر الدين في ابي ابراهيم انه عمه، وقد تقدم نقله عن ابن عباس رضي الله عنهما ومجاهد وابن جريج والسدي. ويوشحه ههنا امران: الامر الاول: ان اطلاق ذلك على ابي طالب كان شائعا في زمن النبي صلى الله عليه وآله وسلم، ولهذا كانوا يقولون له: قل لابنك يرجع عن شتم الهتنا. وقال لهم ابو طالب مرة — لما قالوا له: اعطنا ابنك نقتله وخذ هذا الولد مكانه —: اعطيكم ابني تقتلونه واخذ ابنكم اكفله لكم! ولما سافر ابو طالب الى الشام ومعه النبي صلى الله عليه وآله وسلم نزل له بحيراء فقال له:

(وہ کہتے ہیں کہ) جبکہ اللہ تعالیٰ کے انبیاء، اُسکے بندوں کی اعلیٰ خصلت، اور اُسکی مخلوق میں بہترین صفت وافضلیت پر ہوتے ہیں۔ اور جب بھی انھیں حقوقِ الٰہی قایم کرنے اور لوگوں کی ہدایت کرنے پر مقرر فرمایا جاتا ہے، تو لوگوں کے معزز ومکرم ترین عناصر میں سے انھیں منتخب کرکے محکم اوامر کے ساتھ انھیں برگزیدہ فرمایا جاتا ہے۔ لہٰذا کوئی شخص بھی اُنکے نسب پر اعتراض اور اُنکے منصب پر جرح نہیں کرسکتا، تاکہ قلوب خمیدہ اور جانیں اُنکے آگے بہت زیادہ جھک جائیں اسی بناء پر لوگ اُنکی دعوت کو قبول کرنے میں جلدی کرتے، اور اُنکے احکام کی خوب فرمانبرداری کرتے رہے۔ اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پاکیزہ نکاحوں سے منتقل فرمایا، اور فواحش کی پلیدی سے آپ کو محفوظ رکھا، اور اصلابِ طاہرہ سے ارحامِ طیّبہ کی طرف آپ کو منتقل فرماتا رہا۔

بلاشبہ حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما اس آیتِ کریمہ:-

وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ | اور آپ کو سجدہ کرنیوالوں میں منتقل کرتا رہا

کی تفسیر وتاویل میں فرماتے ہیں کہ اس ارشادِ باری کا مطلب یہ ہے کہ اصلابِ طاہر یعنی ایک باپ سے دوسرے باپ کی طرف منتقل فرماتا رہا، یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس اُمت کا نبی بناکر بھیجا۔ لہٰذا نورِ نبوّت آپ کے آباء کرام میں ظاہر رہا پھر یہ کہ حضور کی ولادت کے وقت تک والدین کی جانب سے آپ کے کسی بھائی بہن نے بھی شرکت نہیں کیا، یہ اسلیے کہ ان دونوں کی صفت بھی آپ کی طرف منسوب ہوسکتی ہے، اور اُنکے نسب کا قصور بھی آپ پر عائد ہوسکتا ہے۔ تاکہ آپ نسب کے ساتھ ایسے خاص ہوں جسے اللہ تعالیٰ نے نبوّت کیلیے انتہا، اور ہمیشگی کے لیے نہایت قرار دیا ہے۔ لہٰذا اس نسب میں جو بھی آپ کا شریک وہم مثل ہو اُسے بھی اس سے دور رکھا گیا۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آپ کے والدین کو آپ کی صغرسنی میں ہی وفات دیدی۔ چنانچہ آپ کے والدِ ماجد کا انتقال آپ کے

ما هذا منك؟ قال: هو ابني، فقال: ما ينبغي هذا الغلام ان يكون ابوه حيا. فكانت تسمية ابي طالب ابا للنبي صلى الله عليه وآله وسلم شائعة عندهم لكونه عمه وكونه رباه وكفله من صغره، وكان يحوطه ويحفظه وينصره، فكان مظنة السؤال عنه. والامر الثاني: انه وقع في حديث شبه هذا ذكر ابي طالب في "دلائل النبوة". أخرج الطبراني عن ام سلمة وان الحارث بن هشام اتى النبي صلى الله عليه وآله وسلم يوم حجة الوداع فقال: يارسول الله! انك تحث على صلة الرحم والاحسان الى الجار وايواء اليتيم واطعام الضيف واطعام المسكين وكل هذا كان يفعله هشام ابن المغيرة، فما ظنك به يا رسول الله؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم: كل قبر لا يشهد صاحبه ان لا اله الا الله فهو جذوة من النار، وقد وجدت عمي ابا طالب في طمطام من النار، فاخرجه الله لمكانه مني واحسانه الي فجعله في ضحضاح من النار.

تنبيه

قد استراح جماعة من هذه الاجوبة كلها واجابوا عن الاحاديث الواردة فيهما بانها منسوخة كما اجابوا عن الاحاديث الواردة في اطفال المشركين انهم في النار، وقالوا: الناسخ لاحاديث اطفال المشركين قوله تعالى: "ولا تزر وازرة وزر اخرى". ولاحاديث الابوين قوله تعالى: "وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا".

دورانِ حمل میں ہوا، اور آپ کی والدہ ماجدہ کا انتقال آپ کی چھ برس کی عمر شریف میں ہو گیا۔ اب جبکہ تمکو آپ کے نسبِ مبارک کا حال اور آپ کی ولادت کی طہارت کا پتہ چل گیا ہے، تو تمہیں معلوم ہو گیا ہو گا کہ آباءِ کرام کا سلسلہ کیا ہو گا۔ آپ کے آباء میں سے کوئی بھی رذیل خصلت، اور مقبوح عادت والا نہیں ہے، بلکہ سب کے سب سردار وپیشوا، اور شریف النسب تھے۔ کیونکہ مقامِ ولادت کی طہارت، نبوت کے شرائط میں سے ہے" انتہیٰ کلام الماوردی۔

اور حضرت ابو جعفر نحاسی "معانی القرآن" میں بہ تحتِ آیتِ کریمہ:۔

وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ	اور آپ کو سجدہ کرنیوالوں میں منتقل کیا جاتا رہا

فرماتے ہیں کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ اصلاب میں آپ کو منتقل فرماتا رہا یہانتک کہ آپ کو نبی پیدا فرمایا"

اور حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی نے کیا خوب کہا ہے ؎

تنقل احمد نوراً اعظیما	تلألأ فی جباه الساجدینا
تقلب فیهم قرناً فقرنا	الیٰ ان جاء خیر المرسلینا

مطلب یہ کہ احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ عظیم کو منتقل کر کے سجدہ کرنیوالوں کی پیشانیوں میں چمکاتا رہا، اور ان میں یکے بعد دیگرے بدلتا رہا یہانتک کہ خیر المرسلین تشریف لے آئے"

انہی نے یہ بھی کہا ہے کہ ؎

حفظ الالٰه کرامة لمحمد	آباءه الامجاد صونا لاسمه
ترکوا السفاح فلم یصبهم عارہ	من آدم الیٰ ابیه وأمه

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی کو محفوظ رکھا۔ آپ کے آباءِ کرام آپ کے اسمِ مبارک سے محفوظ رہے۔ انھوں نے فحاشی کو ہاتھ نہ لگایا لہٰذا کوئی عیب انھیں نہ چھو سکا۔ حضرت آدم (علیہ السلام) سے لیکر آپ کے والدینِ کریمین تک۔

اور امام بوصیری صاحب قصیدہ بردہ شریف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ؎

ومن اللطائف كون الجملتين في الفريقين مقرنتين في آية
واحدة متعاطفتين متناسقتين في النظم. وهذا جواب مختصر
مفيد يغني عن كل جواب الا انه يتاتى على المسلك الاول دون
الثاني كما هو واضح، فلهذا احتجنا الى تحرير الاجوبة عنها على المسلك الثاني

تتمة

قد ثبت في الحديث: ان اهون اهل النار عذابا ابو طالب، و
انه ضحضاح من النار في رجليه نعلان يغلى منهما دماغه. وهذا يدل
على ان ابوى النبي صلى الله عليه وآله وسلم ليسا في النار، لانهما
لو كانا فيها لكانا اهون عذابا من ابي طالب لانهما اقرب منه مكانا
وابسط عذرا لانهما لم يدركا البعثة ولا عرض عليهما الاسلام
فامتنعا بخلاف ابي طالب، وقد اخبر الصادق المصدوق صلى الله
عليه وسلم: انه اهون اهل النار عذابا، فليس ابواه من اهلها:
وهذا يسمى عند اهل الاصول دلالة الاشارة.

منصب ميدان جدلي

المجادلون في هذا الزمان كثير خصوصا في هذه المسالة و
اكثرهم ليس لهم معرفة بطرق الاستدلال فالكلام معهم ضائع غير
اني انظر الذي يجادل واكله بطريق يقرب من ذهنه فانه اكثر ما
عنده ان يقول: الذي ثبت في صحيح مسلم يدل على خلاف ما تقول فان
كان الذي يجادل بذلك من اهل مذهبنا شافعي المذهب اقول له:

کیف ترقی رقیك الانبیاء   یا سماء ماطاولتها سماء

لم یساووك فی علاك وقد   حال سماء منك دونهم وسماء

انما مثلوا صفاتك للناس کما مثل النجوم الماء

انت مصباح کل فضل فما   تصدر الا عن ضوئك الاضواء

لك ذات العلوم من عالم الغیب ومنها لآدم الاسماء

ولم تزل فی ضمائر الغیب یختار لك الامہات والآباء

ما مضت فترۃ من الرسل الا   بشرت قومها بك الانبیاء

تتباھی بك العصور وتسمو   بك علیاء بعدها علیاء

وبدا للوجود منك کریم   من کریم اٰباؤہ کرماء

نسب تحسب العلی بحلاہ   قلدتها نجومها الجوزاء

ومنها فهنیئا به الآمنة الفضل الذی شرفت به حواء

من لحواء انها حملت احمد   او انها به نفساء

یوم نالت بوضعه ابنة وھب   من فخار ما لم تنله النساء

واتت قومها بافضل مما   حملت قبل مریم العذراء

فائدہ ابن ابی حاتم اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ہم سے حدیث بیان کی میرے والد نے انھوں نے موسیٰ بن ایوب نصیبی سے، انھوں نے حمزہ سے، وہ عثمان بن عطاء سے وہ اپنے والد سے، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرتِ آدم علیہ السلام کے درمیان انچاس (٤٩) آبا رہیں۔

تیسرے امر میں وہ اثر ہے جو نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں خاص طور پر وارد ہے۔

ابو نعیم نے "دلائل النبوۃ" میں بسند ضعیف بروایتِ زہری از اُمِّ سماعہ بنت ابی رہم وہ اپنی والدہ سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتی ہیں کہ میں رسول اللہ

قد ثبت في صحيح مسلم انه صلى الله عليه واله وسلم لم يقرأ في الصلاة "بسم الله الرحمن الرحيم" وانت لا تصح الصلاة بدون البسملة. وثبت في الصحيح انه صلى الله عليه واله وسلم قال: انما جعل الامام ليؤتم به فلا تختلفوا عليه فاذا ركع فاركعوا واذا رفع فارفعوا، واذا قال: سمع الله لمن حمده فقولوا: ربنا لك الحمد، واذا صلى جالسا فصلوا جلوسا اجمعون: وانت اذا قال: سمع الله لمن حمده. تقول: سمع الله لمن حمده مثله، واذا صلى جالسا بعذر وانت قادر تصلي خلفه قائما لا جالسا. وثبت في الصحيحين في حديث التيمم: انما يكفيك ان تقول بيديك هكذا ثم ضرب بيده ضربة واحدة ومسح الشمال على اليمين وظاهر كفيه ووجهه، وانت لا تكتفي في التيمم بضربة واحدة ولا بالمسح الى الكوعين، فكيف خالفت الاحاديث التي ثبتت في الصحيحين او احدهما؟ فلا بد ان كانت عنده رائحة من العلم ان يقول: قامت ادلة اخرى معارضة لهذه فقدمت عليها، فاقول له: وهذه امثلة لا يحتج عليه الا بهذه الطريقة فانها ملزمة له ولامثاله. فان كان المجادل مالكي المذهب اقول له: قد ثبت في الصحيحين: المتبائعان بالخيار ما لم يتفرقا، وانت لا تثبت خيار المجلس. وثبت في صحيح مسلم: انه صلى الله عليه واله وسلم توضأ ولم يمسح كل راسه، وانت توجب في الوضوء مسح كل الراس، فكيف خالفت ما ثبت في الصحيح؟ فيقول: قامت ادلة اخرى معارضة له فقدمت عليه، فاقول له: وهذا امثله.

وان كان المجادل حنفي المذهب اقول له: قد ثبت في الصحيحين: اذا ولغ الكلب في اناء احدكم فليغسله سبعا، وانت لا تشترط في النجاسة

صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ سیدتنا آمنہ رضی اللہ عنہا کی اُس بیماری میں جسمیں اُنکی وفات ہوئی، موجود تھی۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پانچ سال کی عمر کے بچہ، اُنکے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے، آمنہ (رضی اللہ عنہا) نے اُنکے چہرہ پر نظر ڈالکر کہا ؎

بارك فيك الله من غلام | يا ابن الذى من حومة الحمام
نجا بعون الملك المنعام | فودى غداة الضراب بالسهام
بمائة من ابل سوام | ان صح ما ابصرت فى المنام
فانت مبعوث الى الانام | من عند ذى الجلال والاكرام
تبعث فى الحل و فى الحرام | تبعث بالتحقيق والاسلام
دين ابيك البر ابراهام | فالله ينهاك عن الاصنام

ان لا توالیها مع الاقوام

اسکے بعد فرماتی ہیں، ہر جینے والی کے لیے موت ہے، ہر نئی چیز پرانی ہوجاتی ہے، اور ہر بوڑھے کے لیے فنا ہے، اور میں بھی مرنے والی ہوں، اور میری یاد باقی رہنے والی ہے۔ بلاشبہ میں نے بہتر کو چھوڑا، اور پاکیزہ بچہ تولد کیا ہے۔ اسکے بعد وہ انتقال فرما گئیں۔ اور ہم اُن پر جنات کے رونے کی آواز سنتے تھے، اُن کے کچھ اشعار ہم نے یاد کر لیے ؎

نبكى الفتاة البرة الامينه | ذات الجمال العفة الرزينه
زوجة عبد الله والقرينه | ام نبى الله ذى السكينه
وصاحب المنبر فى المدينه | صارت لدى حفرتها رهينه

یعنی ہم اس نوعمر، نیکوکار، امانتدار، حُسن وجمال کی پیکر، صاحبِ عفّت وعظمت جو حضرت عبداللہ کی زوجہ، اللہ کے نبی صاحبِ سکینہ، مدینۂ منورہ میں منبر ومحراب کے مالک کی والدہ ماجدہ کی رحلت پر روتے ہیں، اب یہ اپنی قبر کے گوشہ میں اقامت گزیں ہوں گی۔"

الكلية سبعا. وثبت فى الصحيحين: لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب، وانت تصحح الصلاة بدونها. وثبت فى الصحيحين: ثم ارفع حتى تعتدل قائما، وانت تصحح الصلاة بدون الطمأنينة فى الاعتدال. وصح فى الحديث: اذا بلغ الماء قلتين لم يحمل خبثا، وانت لا تعتبر القلتين. وصح فى الصحيحين: انه صلى الله عليه وآله وسلم باع المدبر، وانت لا تقول ببيع المدبر، فكيف خالفت هذه الاحاديث الصحيحة؟ فيقول: قامت ادلة اخرى معارضة لها فقدمت عليها، فاقول له: وهذا مثله.

وان كان المجادل حنبلى المذهب اقول له: قد ثبت فى الصحيحين من صام يوم الشك فقد عصى ابا القاسم، وثبت فيهما: لا تقدموا رمضان بصوم يوم ولا يومين، وانت تقول بصيام يوم الشك، فكيف خالفت ما ثبت فى الصحيحين؟ فيقول: قامت ادلة اخرى معارضة له فقدمت عليه، فاقول له: وهذا مثله. هذا اقرب بالقرب به لاذهان الناس اليوم. وان كان المجادل ممن يكتب الحديث ولا فقه عنده يقال له: قد قالت الاقدمون: المحدث بلا فقه كعطار غير طبيب، فالادوية حاصلة فى دكانه ولا يدرى لماذا تصلح، و الفقيه بلا حديث كطبيب ليس بعطار يعرف ما يصلح له الادوية الا انها ليست عنده. وانى بحمد الله قد اجتمع عندى الحديث والفقه والاصول وسائر الالات من العربية والمعانى والبيان وغير ذلك؛ فانا اعرف كيف اتكلم، وكيف اقول، وكيف استدل وكيف ارجح. اما انت يا اخى! ـ وفقنى الله واياك ـ فلا يصلح

تم نے دیکھ لیا کہ حضرتِ آمنہ رضی اللہ عنہا کا یہ کلام، بتوں اور بُت پرست قوموں کی مخالفت میں کتنا صریح ہے، اور دینِ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا اعتراف ہے، اور یہ کہ انکے فرزند، رب العزت ذی الجلال والاکرام کے پاس سے لوگوں کی طرف اسلام کے ساتھ مبعوث ہونگے۔ یہ تمام الفاظ شرک کے منافی ہیں۔ اور ان کا قول "تبعث بالتحقیق" ایسا ہی اس نسخہ میں ہے، لیکن میرے پاس قلمی نسخہ ہے اُس میں "بالتخفیف" ہے۔

پھر یہ کہ میں نے انبیاء علیہم السلام کی امہات کی جستجو کی، تو ان سب کو مومن پایا۔ چنانچہ سیدنا اسحاق و موسیٰ و ہارون و عیسیٰ علیہم السلام کی مائیں، اور حوا، اُمِ شیث علیہ السلام کا ذکر تو قرآنِ کریم میں ہے، بلکہ ایک قول یہ ہے کہ یہ نبی بھی تھیں۔ اور احادیث میں حضرتِ اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ ہاجرہ، اور حضرتِ یعقوب علیہ السلام کی والدہ اور انکی اولاد کی مائیں، اور داؤد و سلیمان زکریا و یحییٰ، شمویل و شمعون اور ذی الکفل علیہم السلام کی ماؤں کا ایماندار ہونا مذکور ہے۔ اور بعض مفسرین نے اُمِ نوح اور اُمِ ابراہیم علیہما السلام کے ایمان کی بھی تصریح کی ہے۔ اور اسے ابنِ حبان نے اپنی تفسیر میں ترجیح دی ہے

اور یہ پہلے گزر چکا ہے کہ حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت نوح اور حضرت آدم علیہما السلام کے درمیان کوئی والد کافر نہ تھا، اسی وجہ سے اُنھوں نے دعا کی:۔

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا	اے رب مجھے اور میرے والدین کو اور جو میرے گھر میں مسلمان داخل ہو بخش دے

اور حضرتِ ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی:۔

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ	اے رب مجھے اور میرے والدین کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قایم ہو بخش دے

لك ذلك لأنك لا تدري الفقه ولا الأصول ولا شيئاً من الآلات والكلام في الحديث، والاستدلال به ليس بالهين ولا يحل الإقدام على التكلم فيه لمن لم يجمع هذه العلوم، فاقتصر على ما أتاك الله وهو أنك إذا سئلت عن حديث تقول: ورد أو لم يرد، وصححه الحفاظ أو حسنوه أو ضعفوه؛ لا يحل لك في الإفتاء سوى هذا القدر وخلا ما عدا ذلك لا هلنا

لا تحسب المجد تمراً أنت آكله ∴ لن تبلغ المجد حتى تلعق الصبرا

وثم أمر آخر أخاطب به كل ذي مذهب من مقلدي المذاهب الأربعة، وذلك أن مسلماً روى في صحيحه عن ابن عباس رضي الله عنهما: أن طلاق الثلاث كان يجعل واحدة في عهد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وأبي بكر وصدراً من إمارة عمر رضي الله عنهما. فأقول لكل طالب علم: هل تقول أنت بمقتضى هذا الحديث: أن من قال لزوجته: أنت طالق ثلاثاً، تطلق واحدة فقط؟ فإن قال: نعم، أعرضت عنه، وإن قال: لا، أقول له: فكيف تخالف ما ثبت في صحيح مسلم؟ فإن قال: لها عارضه! أقول له: فاجعل هذا امثله. والمقصود من سياق هذا كله أنه ليس كل حديث في صحيح مسلم يقال بمقتضاه لوجود المعارض له.

المسلك الثالث

أن الله أحيا له أبويه حتى آمنا به، وهذا المسلك مال إليه طائفة كبيرة من حفاظ المحدثين وغيرهم، منهم: ابن شاهين[1] والحافظ أبو بكر

---

[1] هو أبو حفص عمر بن شاهين البغدادي الواعظ المتوفى سنة خمس وثمانين وثلاث مائة - رحمه الله تعالى، كذا في "كشف الظنون".

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قرآن میں استغفار سے خاص طور پر اپنے اَبْ یعنی چچا آذر کے لیے زبان روکی، نہ کہ والدہ کے لیے، لہٰذا یہ دلالت ہے اس پر کہ وہ مومنہ تھیں۔

اور حاکم نے "المستدرک" میں صحت کرتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ اُنھوں نے فرمایا، تمام انبیاء بنی اسرائیل میں سے تھے مگر بارہ نبی۔ یعنی حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت لوطؑ، حضرت شعیبؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسمٰعیلؑ، حضرت اسحاقؑ، حضرت یعقوبؑ، سیدنا محمدؐ (حضرت آدمؑ حضرت شیثؑ) صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم اجمعین۔

اور بنی اسرائیل سب کے سب مومن تھے، ان میں کوئی کافر نہ تھا، یہانتک کہ حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے، تو اُن کے ساتھ کفر کیا جسے کفر کرنا تھا۔ لہٰذا تمام انبیاء بنی اسرائیل کی مائیں سب کی سب مومنہ تھیں۔ نیز اکثر انبیاء بنی اسرائیل علیہم السلام کی اولاد، یا اُنکی اولاد کی اولاد نبی ہوتی تھی، کیونکہ نبوت اُنکے اسباط میں نسلاً بعد نسلٍ ہوتی تھی، جیساکہ اُنکی مشہور خبروں میں ہے۔

لیکن مذکورہ دس انبیاء غیر بنی اسرائیل علیہم السلام! تو ان میں سے اُمِّ نوح اُمِّ ابراہیم، اُمِّ اسمٰعیل، اُمِّ اسحاق اور اُمِّ یعقوب علیہم السلام کا ایمان یقیناً ثابت ہے۔ باقی رہیں اُمِّ ہود، اُمِّ صالح، اُمِّ لوط اور اُمِّ شعیب علیہم السلام کا ایمان! تو اسکے انکار کیلیے نقل یا دلیل کی حاجت ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان کا بھی ایماندار ہونا ظاہر ہے لہٰذا اسی طرح نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدۂ ماجدہ کا ایماندار ہونا ہے۔ اور اس میں بھید یہ تھا کہ وہ نورِ مصطفٰے کو دیکھتی تھیں، اور یہ حدیث میں وارد ہے۔

امام احمد، بزار، طبرانی، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنِّیْ عِنْدَ اللہِ لَخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَاِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنَتِہٖ یعنی یقیناً میں اللہ تعالیٰ کے حضور

الخطيب البغدادي والسهيلي والقرطبي والمحب الطبري والعلامة ناصر الدين ابن المنير وغيرهم، واستدلوا لذلك بما أخرجه ابن شاهين في "الناسخ والمنسوخ" والخطيب البغدادي في "السابق واللاحق" والدارقطني و ابن عساكر كلاهما في "غرائب مالك" بسند ضعيف عن عائشة رضي الله عنها قالت: حج بنا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم حجة الوداع فمر بي على عقبة الحجون وهو باك حزين مغتم فنزل فمكث عني طويلا ثم عاد الي وهو فرح متبسم، فقلت له، فقال: ذهبت بقبر امي فسألت الله ان يحييها فأحياها فآمنت بي وردها الله.

هذا الحديث ضعيف باتفاق المحدثين بل قيل: انه موضوع، لكن الصواب ضعفه لا وضعه، وقد الفت في بيان ذلك جزءا مفردا. واورد السهيلي في "الروض الانف" بسند قال: ان فيه مجهولين عن عائشة رضي الله عنها ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم سأل ربه ان يحيي أبويه فأحياهما له فآمنا به ثم اماتهما.

وقال السهيلي بعد ايراده: الله قادر على كل شئ وليس تعجز رحمته وقدرته عن شئ، ونبيه صلى الله عليه وآله وسلم اهل ان يختص بما شاء من فضله وينعم عليه بما شاء من كرامته.

وقال القرطبي: لا تعارض بين حديث الاحياء وحديث النهي عن الاستغفار، وان حديث احيائهما متاخر عن الاستغفار لهما بدليل حديث عائشة رضي الله عنها: ان ذلك كان في حجة الوداع، ولذلك جعله ابن شاهين ناسخا لما ذكر من الاخبار. وقال العلامة ناصر الدين بن المنير المالكي في كتاب

خاتم النبیین تھا، درانحالیکہ حضرتِ آدم مٹی کے خمیر میں تھے۔ اور عنقریب میں تمھیں اس بارے میں حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کی دعا، حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت، اور انکی والدہ کا وہ خواب جو انھوں نے دیکھا، بیان کرونگا۔ اسی طرح تمام نبیوں کی مائیں دیکھتی تھیں۔ اور بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدۂ ماجدہ نے ولادت کے وقت وہ نور دیکھا جس سے شام کے محلات روشن ہوگئے۔ اور اس میں شک نہیں ہے کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدۂ ماجدہ نے حالتِ حمل و ولادت میں بکثرت نشانیاں دیکھیں، اور سب سے بڑی نشانی یہ ہے کہ انھوں نے انبیاء علیہم السلام کی تمام امہات کو دیکھا جیساکہ اس بارے میں "کتاب المعجزات" میں خبریں ہمیں سیراب کرتی ہیں۔

اور بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ آپ نے کسی دودھ پلانیوالی کا دودھ نہ پیا مگر یہ کہ وہ اسلام لے آئی۔ کہا ہے کہ آپ کو دودھ پلانے والیاں چار تھیں۔ ایک آپ کی والدہ، دوسری حضرتِ حلیمہ سعدیہ، تیسری ثوبیہ، چوتھی حضرتِ اُمِّ ایمن (رضی اللہ عنہن) انتہیٰ۔

اعتراض اب اگر تو یہ کہے کہ اُن احادیث کا تم کیا کروگے، جو انکے کفر پر دلالت کرتی ہیں کہ وہ نار میں ہیں۔ وہ حدیث یہ کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لَیتَ شعری مَا فعل ابوایَ (ہائے افسوس میرے والدین کے ساتھ کیا ہوا۔) اس پر یہ آیت اتری وَلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِیْمِ (جہنمیوں کے بارے میں آپ نہ پوچھیں)۔ اور ایک حدیث یہ ہے کہ "استغفار نہ کیجیے" اور ایک حدیث یہ ہے کہ "انکے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِکِیْنَ الآیہ (نبی اور ایمانداروں کیلیے لائق نہیں ہے کہ مشرکوں کیلیے استغفار کریں)۔ اور ایک حدیث یہ ہے کہ "نبی کو قدرت نہیں تم دونوں کی ماں آگ میں ہے"۔ لہٰذا دونوں پر یہ شاق گزرا۔ پھر آپ نے

"المقتفی فی شرف المصطفی": قد وقع لنبینا صلی الله علیه وآله وسلم أحیاء الموتی نظیر ما وقع لعیسی ابن مریم - الی ان قال: وجاء فی حدیث ان النبی صلی الله علیه وآله وسلم لما منع من الاستغفار للکفار دعا الله ان یحیی له أبویه فأحیاهما فآمنا به وصدقا وماتا مؤمنین.

وقال القرطبی: فضائل النبی صلی الله علیه وآله وسلم لم تزل تتوالی وتتتابع الی حین مماته فیکون هذا مما فضله الله به وأکرمه، قال: ولیس احیاؤهما وایمانهما به الممتنع عقلا وشرعا.

وقد ورد فی القرآن احیاء قتیل بنی اسرائیل واخباره بقاتله، وکان عیسی علیه السلام یحیی الموتی، وکذلك نبینا صلی الله علیه وآله وسلم احیا الله علی یدیه جماعة من الموتی؛ قال: واذا ثبت هذا فما یمتنع من ایمانهما بعد احیائهما زیادة فی کرامته وفضیلته.

وقال الحافظ فتح الدین ابن سید الناس فی سیرته بعد ذکر قصة الاحیاء والاحادیث الواردة فی التعذیب: وذکر بعض اهل العلم فی الجمع بین الروایات ما حاصله ان النبی صلی الله علیه وآله وسلم لم یزل راقیا فی المقامات السنیة صاعدا فی الدرجات العلیة الی ان قبض الله روحه الطاهرة الیه وأزلفه بما خصه لدیه من الکرامات حین القدوم علیه، فمن الجائز ان یکون هذه درجة حصلت له صلی الله علیه وآله وسلم بعد ان لم تکن وان یکون الاحیاء والایمان متأخرا عن تلك الاحادیث فلا تعارض - انتهی.

وقد اشار بعض العلماء الی ذلك فقال بعد ایراده خبر

دعا کی اور فرمایا میری ماں تمہاری ماں کے ساتھ ہے "۔

جواب :۔ میں اسکے جواب میں کہتا ہوں کہ جو روایتیں بیان کی گئی ہیں، وہ زیادہ تر ضعیف ہیں، اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدۂ ماجدہ کے بارے میں صحیح نہیں ہیں، بجز اُس حدیث کے جس میں آپ نے استغفار کی اجازت چاہی تھی اور اجازت نہ دی گئی۔ اور مسلم کی وہ روایت بھی آپکی والدۂ ماجدہ کے حق میں صحیح نہیں ہے۔ عنقریب دونوں کا جواب آنے والا ہے۔

لیکن تمہاری بیان کردہ احادیث میں سے یہ حدیث کہ لیت شعری ما فعل ابوای فنزلت الآیة (ہائے افسوس میرے والدین کے بارے میں کیا ہوا، اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی) یہ روایت احادیث کی کسی معتمد کتاب میں کسی نے نقل نہیں کی۔ البتہ منقطع سند کے ساتھ تفسیر کی بعض کتابوں میں اس کا تذکرہ ہے۔ اس بنا پر یہ روایت نہ قابلِ حجت ہے اور نہ لائقِ اعتناء۔

اب اگر تم واہی و لغو روایتوں کے ذریعہ ہم پر حجت قایم کرتے ہو، تو ہم بھی واہی و لغو روایتوں کے ذریعہ تم سے معارضہ کرتے ہیں۔ چنانچہ ابن جوزی سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے مرفوع حدیث نقل کرتے ہیں کہ حضور نے فرمایا "میرے پاس جبریل آئے، انھوں نے کہا آپ پر خدا اسلام بھیجتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں نے آپ کے اجداد کی ہر پشت پر آگ حرام کر دی ہے جن سے آپ تشریف لائے ہیں اور ان شکموں پر بھی آگ حرام کر دی ہے، جنھوں نے آپ کو اٹھایا، اور آپ کو گود میں رکھا"۔ یہ صرف معارضہ کی غرض سے واہی روایت، واہی روایت کے جواب میں نقل کر دی ہے۔ ورنہ ہم اسے لائقِ التفات جانتے ہیں، اور نہ قابلِ حجت و استناد گردانتے ہیں۔

پھر یہ کہ یہ نسبت ایک اور وجہ سے بھی مردود ہے، اور اصول و بلاغت اور اسرارِ بیان کے لحاظ سے بھی قابلِ رد ہے کہ یہ آیت کریمہ یعنی

حليمة وما اسداه صلى الله عليه وآله وسلم اليها حين قدومها عليه:

اشعار

هذا جزاء الام عن ارضاعه ... لكن جزاء الله عنه عظيم
وكذلك ارجوا ان يكون لأمه ... عن ذاك امنة بدار نعيم
ويكون احياها الاله وآمنت ... بمحمد فحديثها معلوم
فلربما سعدت به ايضاً كما ... سعدت به بعد الشقاء حليم

وقال الحافظ شمس الدين محمد بن ناصر الدين الدمشقي[له] في كتابه المسمى "مورد الصادي في مولد الهادي" بعد ايراد الحديث منشداً لنفسه[ک]

اشعار

حبا الله النبي مزيد فضل ... على فضل وكان به رؤفا
فاحيا أمه وكذا اباه ... لايمان به فضلا لطيفا
فسلم فالقديم بذا قدير ... وان كان الحديث به ضعيفا

خاتمة

وجمع من العلماء لم تقو عندهم هذه المسالك فابقوا حديثي مسلم ونحوه على ظاهرها[۳] من غير عدول عنهما بدعوى نسخ ولا غيره ومع ذلك قالوا: لايجوز لاحد ان يذكر ذلك. قال السهيلي في "الروض الانف" بعد

له المتوفى سنة اثنتين واربعين وثمان مائة. ـ که كذا، ولعله: منشداً ـ ۳ه ـ كذا، والظاهر: ظاهرهما.

"وَلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ" اور اس سے پہلی اور بعد کی تمام آیتیں یہود کے بارے میں ہیں۔ چنانچہ یہ سلسلۂ بیان، آیتِ کریمہ :-

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ○ (الیٰ قولہ تعالیٰ) وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ الآیہ (پ۱ - سورہ بقرہ)

اے اولادِ یعقوب، یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا، اور میرا عہد پورا کرو میں تمہارا عہد پورا کروں گا، اور خاص میرا ہی ڈر رکھو (یہاں تک یہ سلسلہ ہے کہ) اور جب ابراہیم کو اسکے رب نے کچھ باتوں سے آزمایا، تو ....

لہٰذا جس طرح یہ قصہ شروع ہوا تھا اُسی طرح یہاں تک قصہ ختم ہو جاتا ہے، یعنی يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ سے شروع ہوتا ہے اور اسکے بعد والی آیتوں تک جاری رہ کر اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ پر پورا ہو جاتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اصحابِ جحیم سے مراد اہلِ کتاب کے کفار ہیں۔ اور یہ بات حدیثِ مبارک میں صراحت کے ساتھ وارد ہے، جیسے عبد ابنِ حمید، فریابی، ابنِ جریر اور ابن المنذر اپنی اپنی تفسیروں میں مجاہد سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا، سورۂ بقرہ میں پہلی چار آیتیں مسلمانوں کی صفت میں ہیں، اسکے بعد دو آیتیں کافروں کے بارے میں، پھر تیرہ ۱۳ آیتیں مسلمانوں کی صفت میں، پھر چالیس ۴۰ سے ایک سو بیس ۱۲۰ تک بنی اسرائیل کے حالات کی طرف صحیح اشارہ کرتی ہیں۔" اور اسی ضمن میں ایک بات یہ بھی ہے کہ سورۂ بقرہ مدنیہ ہے، اور اس میں اکثر مخاطبین یہود ہیں۔ اور مناسبت کے اعتبار سے یہ بات بھی مترشح ہوتی ہے کہ "جحیم" اُن لوگوں کو کہا گیا ہے، جو بڑے بڑے جہنمی ہیں جیسا کہ لغت والوں کا استعمال ہے۔ چنانچہ ابن حاتم، ابی مالک سے یہ تحت آیت مذکورہ نقل کرتے ہیں کہ "اصحابِ جحیم" وہ ہیں جو بڑے بڑے دوزخی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ پہلا دروازہ جہنم ہے، پھر لظیٰ، پھر حطمہ، پھر سعیر، پھر سقر، پھر جحیم، پھر ہاویہ ہے۔

ايراده حديث مسلم: وليس لنا بحق ان نقول ذلك في ابويه صلى الله عليه وآله وسلم لقوله: "لاتؤذوا الاحياء بسبب الاموات"؛ و قال تعالى "ان الذين يؤذون الله ورسوله" الاية.

وسئل القاضي ابوبكر ابن العربي احد الائمة المالكية عن رجل قال: ان آباء النبي صلى الله عليه وآله وسلم في النار؛ فاجاب بان من قال ذلك فهو ملعون لقوله تعالى: "ان الذين يؤذون الله ورسوله لعنهم الله في الدنيا والآخرة"، قال: و لا اذى اعظم من ان يقال عن ابيه: انه في النار.

ومن العلماء من ذهب الى قول خامس وهو الوقف. قال الشيخ تاج الدين الفاكهاني في كتابه "الفجر المنير": والله اعلم بحال ابويه. وقال الباجي في "شرح الموطا": قال بعض العلماء: انه لا يجوز ان يؤذى النبي صلى الله عليه وآله وسلم بفعل مباح ولا غيره، واما غيره من الناس فيجوز ان يؤذى بمباح وليس له المنع منه ولا يأثم فاعل المباح وان وصل بذلك اذى الى غيره؛ قال: ولذلك قال النبي صلى الله عليه وآله وسلم اذا اراد علي بن ابي طالب ان يتزوج ابنة ابي جهل: "انما فاطمة بضعة مني واني لا احرم ما احل الله تعالى، ولكن والله لا تجتمع ابنة رسول الله وابنة عدو الله عند رجل ابدا"؛ فجعل حكمها في ذلك حكمه انه لا يجوز ان يؤذى بمباح. واحتج على ذلك بقوله تعالى: "ان الذين يؤذون الله ورسوله لعنهم الله" الآيتين، فشرط على المؤمنين ان يؤذوا "بغير ما اكتسبوا" واطلق الاذى في خاصة النبي صلى الله

فرماتے ہیں کہ جہنم میں ابو جہل ہوگا۔ اس روایت کی سند بھی صحیح ہے۔ لہٰذا اس درجہ کے وہی لائق ہیں، جن کا کفر بہت بڑا ہو، اور اُن کا گناہ بے حد سخت ہو، اور بوقتِ دعوت اُن کا عناد شدید ہو، اور عناد میں علم کے باوجود تبدیل وتحریف اور جحود وانکار کے درپے رہے ہوں۔ نہ کہ وہ لوگ مستحق ہوں جنکے لیے کمی عذاب کا امکان وگمان ہو۔

اور جبکہ یہ بات صحیح ہے کہ حضرتِ ابو طالب، نبی کریم کی قرابت اور حسنِ سلوک کی وجہ سے اہلِ دوزخ میں سب سے کم عذاب پانے والے ہیں، باوجودیکہ انھوں نے حضور کی دعوت کو سمجھا اور اسکے قبول کرنے سے انکار کیا، اور انکی عمر بھی بہت طویل رہی۔

اب تمہارا حضور کے والدین کے بارے میں کیا گمان ہے؟ کیونکہ وہ دونوں حضور سے قربت میں سب سے زیادہ قریب، محبت میں سب سے زیادہ شدید، عذر میں سب سے زیادہ نزدیک، اور عمر میں سب سے کم تھے۔ تو کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ معاذاللہ، وہ دونوں طبقۂ جہنم میں ہیں؟ اور اُن پر بہت زیادہ شدید اور سخت عذاب ہو رہا ہے؟ جسے ادنیٰ ذوقِ سلیم ہے، وہ ایسا کبھی نہیں سکتا۔

اب رہی وہ حدیث جس میں ہے کہ جبریل نے حضور کے سینۂ مبارک پر ہاتھ رکھکر کہا کہ حالتِ شرک پر مرنے والے کے لیے استغفار نہ کیجئے۔" تو اس حدیث کو بزار نے ایسی سند کے ساتھ نقل کیا ہے، جسے کوئی جانتا ہی نہیں۔

رہی نزولِ آیت والی حدیث، تو یہ بھی ضعیف ہے۔ اور صحیح حدیث میں یہ ثابت ہے کہ یہ آیت حضرتِ ابو طالب کے بارے میں نازل ہوئی، اور اُنکے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں یقیناً اسوقت تک تمہارے لیے استغفار کرتا رہوں گا، جبتک کہ مجھے تم سے روک نہ دیا جائے۔"

اب رہی یہ حدیث کہ "امی مع امکما" (میری ماں، تم دونوں کی ماں کیساتھ ہے۔" اگرچہ اسے حاکم نے "المستدرک" میں نقل کرکے اس کی تصحیح کی ہے، اور "المستدرک" میں

عليه وآله وسلم من غير شرط - انتهى.

المسألة

وقد سئلت ان انظم فى هذه المسألة ابياتا اختم بها هذا التاليف فقلت:

ان الذى بعث النبى محمدا ... انجى به الثقلين مما يجحف[1]
ولامه وابيه حكم شائع ... ابداه اهل العلم فيما صنفوا
فجماعة اجروهما مجرى الذى ... لم يأته خبر الدعاة المسعف
والحكم فيمن لم تجئه دعوة ... ان لا عذاب عليه حكم مؤلف
فبذاك قال الشافعية كلهم ... والاشعرية ما بهم متوقف
وبسورة الاسراء فيه حجة ... وبنحو ذا فى الذكر آى تعرف
ولبعض اهل الفقه فى تعليله ... معنى أدق من النسيم والطف
اذهم على الفطر التى ولدوا ولم ... يظهر عناد منهم و تخلف
ونحا الامام الفخر رازى الورى ... منحى به للسامعين تشنف
قال الاولى ولدوا النبى المصطفى ... كل على التوحيد اذ يتحنف
من آدم لابيه عبد الله ما ... فيهم اخو شرك ولا مستنكف
فالمشركون كما بسورة توبة ... نجس وكلهم بطهر يوصف
وبسورة الشعراء فيه تقلب ... فى الساجدين فكلهم متحنف
هذا كلام الشيخ فخر الدين فى ... أسراره هطلت عليه الذرف
فجزاه رب العرش خير جزائه ... وحباه جنات النعيم تزخرف
فلقد تدين فى زمان الجاهليـــة فرقة دين الهدى وتحنفوا
زيد بن عمرو بن نفيل هكذا الصـــديق ما شرك عليه يعكف

---

[1] كذا، والظاهر: يجحف، اى يهلك و يستاصل.

اپنی سہل انگاری سے صحیح کے زمرہ میں گنا دیا ہے، لیکن علمِ حدیث میں یہ مسلّمہ قاعدہ ہے کہ ایک تنہا شخص کی تصحیح قابلِ قبول نہیں ہوتی ہے۔ پھر جب امام ذہبی نے "مختصر المستدرک" میں اس حدیث کو درج کیا، اور حاکم کے قول "صحیح" کو نقل کیا تو اس کے بعد انھوں نے فرمایا، میں کہتا ہوں کہ خدا کی قسم! عثمان بن عمیر کو "دار قطنی" نے ضعیف قرار دیا ہے۔ لہٰذا ذہبی اس حدیث کو ضعیف قرار دیکر اس پر شرعی قسم اُٹھاتے ہیں۔ اور جبکہ اس مسئلہ میں بجز ضعیف حدیثوں کے کچھ نہ ہو، تو اہلِ نظر کے لیے اسلام کے سوا کسی اور طرف غور کرنا محال ہے۔"

چوتھی بات :- جو اس مسلک کی تائید و نصرت میں بیان کرتا ہوں یہ ہے کہ بلا شبہ یہ ثابت ہے کہ ایک جماعت، زمانہ جاہلیت میں ایسی تھی، جو یک سو ہو کر سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دین کی پیروی کرتی تھی، اور شرک میں مبتلاء نہ ہوتی تھی۔ لہٰذا ایسی کونسی وجہ مانع ہے کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم آباء و اجداد اس دین پر گامزن نہ رہے ہوں؟

اور حافظ ابو الفرج بن جوزی "التلقیح" میں کہتے ہیں کہ ان حضرات کے نام جنھوں نے زمانہ جاہلیت میں بُت پرستی کو اختیار نہ کیا کچھ یہ ہیں :- حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن عمرو بن نفیل، عبداللہ بن جحش، عثما بن الحورث، ورقہ بن نوفل، رباب بنت براو، اسعد بن کریب حمیری، قس بن ساعدہ ایادی، اور ابو قیس بن صرقہ ہیں۔ انتہٰی

اور زید بن عمرو بن نفیل، ورقہ اور قس کی تحقیق میں احادیث وارد ہیں۔ اور ابن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ اسکی اصل، صحت ہیں حضرتِ اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما سے "تعلیقاً" مروی ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو خانۂ کعبہ سے کمر لگائے یہ کہتے دیکھا ہے کہ اے قریش کے لوگو! کسی نے تم میں سے میرے سوا، حضرت ابراہیم علیہ السلام

قد فسر السبكي بذاك مقالة ... للأشعري وما سواه مزيف
ان لم يكن عين الرضا منه على الصديق وهو بطول عمر احنف
عادت عليه صحبة الهادي فما ... في الجاهلية للضلاله يعرف
فلامه وابوه احرى سيما ... دارت من الآيات ما لا يوصف
وجماعة ذهبوا الى احيائه ... ابويه حتى امنا لا خوفوا
وروى ابن شاهين حديثا مسندا ... في ذاك لكن الحديث مضعف
هذا مسالك لو تفرد بعضها ... لكفى فكيف لها اذا تتألف
وبحسب من لا يرتضيها صمته ... ادبا ولكن اين من هو منصف
صلى الاله على النبي محمد ... ما جد دالدين الحنيف محنف

حديث يتعلق بهما

قال البيهقي في "شعب الايمان": اخبرنا ابو الحسين بن بشران انا ابو جعفر الرازي انا يحيى بن جعفر انا زيد بن الحباب انا ياسين بن معاذ ثنا عبد الله بن يزيد عن طلق بن علي قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يقول: لو ادركت والدي او احدهما وانا في صلاة العشاء وقد قرئ فيها بفاتحة الكتاب تنادي: يا محمد! لاجبتهما: لبيك. قال البيهقي: ياسين بن معاذ ضعيف.

فائدة

قال الازرقي في "تاريخ مكة": حدثنا محمد بن يحيى عن عبد العزيز ابن عمران عن هشام بن عاصم الاسلمي قال: لما خرجت الى النبي صلى الله عليه وآله وسلم

کے دین پر صبح نہیں کی۔ پھر وہ کہتے ہیں، اے خدا! اگر میں کسی وجود کو تیرے حضور زیادہ محبوب جانتا، تو میں اسے بھی پوجتا۔ لیکن میں کسی غیر کو جانتا ہی نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ یہ بات پہلے مسلک کی تائید کرتی ہے کہ کوئی بھی ایسا شخص نہیں ہے، جسے دعوتِ حق نہ پہنچی ہو، اور وہ اس کی کماحقہ حقیقت نہ جانتا ہو۔

اور ابو نعیم "دلائل النبوۃ" میں عمرو بن عبسہ سلمی سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ میں زمانۂ جاہلیت میں اپنی قوم کے معبودوں کی طرف متوجہ ہوا تو میں نے دیکھا کہ یہ تو باطل ہیں، پتھروں کی پرستش کرتے ہیں۔

امام بیہقی اور ابو نعیم، دونوں "دلائل" میں بطریق شعبی، شیخ جہینہ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرو بن حبیب نے زمانۂ اسلام پایا۔

اور امام الاشاعرہ شیخ ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہمیشہ عین رضاءِ الٰہی میں رہے۔" امام کے اس کلام کے مراد میں لوگوں کا اختلاف ہے۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ انکی مراد یہ ہے کہ وہ جس کی حالت ہمیشہ غیر مغضوب رہی ہے۔ یعنی ناپسندیدہ حالت میں نہیں رہے، کیونکہ علمِ الٰہی میں یہ تھا کہ یہ بہت جلد مسلمان ہو کر خلاصۂ ابرار ہو جائیں گے۔

اور امام شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر انکی یہ مراد ہو تو صدیق اور تمام صحابہ اس میں برابر ہو جاتے ہیں، حالانکہ امام اشعری رحمۃ اللہ نے صدیق کی تعریف میں یہ الفاظ فرمائے ہیں، جو انکے سوا دوسرے صادق نہیں آسکتے۔ لہٰذا راہِ صواب یہی ہے کہ یوں کہا جائے کہ اُن سے کفر کی حالت کسی وقت بھی ثابت نہیں ہے، ممکن ہے کہ بعثت سے قبل انکی حالت ویسی ہی ہو جیسی کہ زید بن عمرو بن نفیل وغیرہ کی حالت تھی۔ لہٰذا صدیق کے تذکرہ کے لیے تمام صحابہ سے جداگانہ خصوصیت چاہیئے۔" انتہیٰ کلام السبکی۔

میں کہتا ہوں۔ اسی طرح ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین

فى غزوة احد فنزلوا بالأبواء، فقالت هند ابنة عتبة لابى سفيان بن حرب:
لو بحثتم قبر آمنة ام محمد صلى الله عليه وآله وسلم فانه بالابواء فان اسر احد
منكم افتديتم به كل انسان بارب من ارابها، فذكر ذلك ابو سفيان لقريش
فقالت قريش: لا تفتح علينا هذا الباب! اذن يبحث بنو بكر موتانا.

فائدة

من شعر عبد الله والد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم اورده الصلاح الصفدى فى تذكرته:

لقد حكم السادون فى كل بلدة ... بان لنا فضلا على سادة الارض
وان ابى ذو المجد والسودد الذى ... يشار به ما بين بسر الى حفض
وجدى وآباء له اثلوا العلى ... قديما لطيب لعرق والحسب المحض

له والابواء قرية من اعمال الفرع من المدينة بينها وبين الجحفة مما يلى المدينة ثلاثة وعشرون ميلا، وقيل: الابواء جبل على يمين آرة ويمين الطريق للمصعد الى مكة من المدينة وهناك بلد ينسب الى هذا الجبل، قال السكرى: الابواء جبل شامخ مرتفع ليس عليه شئ من النبات غير الخزم والبشام وهو لخزاعة وضمرة.
وبالابواء قبر آمنة بنت وهب ام النبى صلى الله عليه وسلم، وكان السبب فى دفنها هناك ان عبد الله والد رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم كان قد خرج الى المدينة يمتار تمرا فمات بالمدينة، فكانت زوجته آمنة بنت وهب بن عبد مناف بن زهرة تخرج فى كل عام الى المدينة تزور قبره، فلما اتى على رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ست سنين خرجت زائرة لقبره ومعها عبد المطلب ام ايمن حاضنة رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما صارت بالابواء منصرفة الى مكة ماتت بها؛ ويقال: ان ابا طالب زار اخواله بنى النجار بالمدينة وحمل معه آمنة ام رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم، فلما رجع منصرفا الى مكة ماتت آمنة بالابواء، انتهى ما فى معجم البلدان مختصرا.

رضی اللہ عنہا کے بارے میں کہنا چاہیئے کہ ان دونوں سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کی حالت ثابت نہیں۔ ممکن ہے کہ ان دونوں کی حالت ویسی ہی ہو، جیسے زید بن عمرو بن نفیل، اور حضرت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حال ہے۔ اور یہ کہ بلاشبہ حضرتِ صدیق اور زید بن عمرو کو زمانۂ جاہلیت میں جو تحقیق حاصل ہے، وہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہے۔ لہٰذا یہ دونوں بعثت سے پہلے صدیق اور حضور سے بہت زیادہ محبت رکھنے والے تھے۔ اسلیے ان سے بڑھ کر آپ کے والدینِ کریمین مستحق ہیں کہ آپ کی برکت انکی طرف متوجہ ہو، اور اہلِ جاہلیت کی بے دینیوں سے یہ دوں محفوظ رہیں۔

اب اگر تم یہ کہو کہ ایک بات کی عُقدہ کشائی رہ گئی ہے، وہ یہ ہے جسے مسلم نے حضرتِ انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک شخص نے کہا، یا رسول اللہ میرے باپ کہاں ہیں؟ فرمایا جہنم میں۔ پھر کچھ عرصہ اُسے بلایا اور فرمایا اِنَّ اَبِی وَاَبَاکَ فِی النَّار (میرے اور تمہارے پدر جہنم میں ہیں) اور مسلم و ابوداؤد کی حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کیلیے استغفار کی اجازت چاہی، اور آپ کو اجازت نہ دی گئی۔ لہٰذا اسکی بھی عقدہ کشائی کیجائے"

میں بسر و چشم اسکا جواب دیتا ہوں کہ حدیث کے یہ الفاظ کہ "اِنَّ اَبِی وَاَبَاکَ فِی النَّار" اس پر راوی متفق نہیں ہیں، البتہ اسے حماد بن سلمہ سے بروایتِ حضرت انس رضی اللہ عنہ ذکر کیا ہے۔ یہ وہ سند ہے جسے مسلم نے روایت کیا ہے، اور معمر نے بروایتِ ثابت، اسکے خلاف روایت کیا ہے۔ اور انھوں نے ان الفاظ کا ذکر نہیں کیا، بلکہ بیان کیا کہ "اِذَا مَرَرْتَ بِقَبْرِ کَافِرٍ فَبَشِّرْہُ بِالنَّار" یعنی جب تم کافر کی قبر پر گزرو، تو اُسے جہنم کی خبر دیدو"۔ یہ لفظ، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدِ ماجد پر یقیناً کسی قسم کی دلالت نہیں کرتا۔ اور روایت کے لحاظ سے یہ زیادہ ثابت ہے، کیونکہ حضرت معمر، حماد سے اثبت ہیں، اسلئے کہ حماد کے حافظہ پر کلام کیا گیا

اور انہی احادیث میں منکر باتیں واقع ہیں۔ محدثین بیان کرتے ہیں کہ ربیبہ نے انکو لکھ کر پڑھایا، اور حماد حفظ نہ کرسکے۔ لہٰذا جب وہ بیان کرتے، تو اُس میں شک ہوتا۔ اسی بناء پر امام بخاری نے اُن سے کوئی حدیث نہیں لی۔ اور نہ امام مسلم نے "اصول" میں ان سے کوئی حدیث لی، مگر وہ روایت جو حضرتِ ثابت سے ہے حاکم نے "المستدرک" میں کہا ہے کہ امام مسلم نے "اصول" میں حماد کی کوئی روایت نہیں لی، مگر وہ حدیث جو حضرتِ ثابت سے مروی ہے۔ بلاشبہ ایک جماعت نے "الشواہد" میں نقل کیا ہے۔ لیکن حضرت معمر! تو انکے حافظہ پر کسی نے کلام نہیں کیا۔ اور نہ انکی کسی حدیث میں کوئی منکر بات بتائی۔ اور امام بخاری و مسلم نے انکی روایت لینے پر اتفاق کیا ہے۔ لہٰذا انکے لفظ زیادہ ثابت ہیں۔

پھر یہ کہ ہم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی انہی الفاظ کو مروی پایا ہے، جو حضرتِ معمر بروایتِ ثابت از انس رضی اللہ عنہما کی روایت کے لفظ ہیں۔ چنانچہ بزار، طبرانی اور بیہقی بسند ابراہیم بن سعد از زہری از عامر بن سعد (بن ابی وقاص زہری مدنی) وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بدوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا "میرے باپ کہاں ہیں"؟ آپ نے فرمایا جہنم میں! اُس نے کہا "اور آپ کے والد کہاں ہیں؟ آپ نے فرمایا جب کبھی تم کسی کافر کی قبر پر گزرو، تو اُسے جہنم کی خبر دیدو۔" اس رویت کی بخاری و مسلم کی شرط پر ہے۔ لہٰذا اس لفظ پر اعتماد اور اسے اسکے غیر پر مقدم رکھنا لازم ہے۔ اور طبرانی اور بیہقی نے اس حدیث کے آخر میں اتنا اضافہ کیا ہے:۔ "راوی نے کہا ہے کہ وہ بدوی اسکے بعد اسلام لے آیا۔ پھر وہ کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بڑی مشکل بات کا ذمہ دار بنایا کہ میں جب بھی کسی کافر کی قبر پر گزروں، تو اُسے جہنم کی خبر دیدیا کروں۔"

اور ابنِ ماجہ نے بطریق ابراہیم بن سعد از زہری از سالم (بن عبداللہ بن عمر العدوی مدنی، فقیہ از فقہاءِ سبعہ المتوفی ۱۰۶ھ) وہ اپنے والد سے، روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا ایک بدوی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر دریافت کیا کہ میرا باپ صلہ رحمی کرتا اور ایسا ایسا تھا وہ کہاں ہے؟ فرمایا جہنم میں! راوی کہتا ہے گویا کہ اُس نے اُسے پالیا۔ پھر پوچھا، یارسول اللہ آپ کے والد کہاں ہیں؟ فرمایا جب بھی تم کسی مشرک کی قبر پر گزرو، تو اُسے جہنم کی خبر دیدو۔ اسکے بعد وہ بدوی اسلام لے آیا، اور کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بڑی دشوار بات کا ذمہ دار بنایا ہے کہ میں جب بھی کسی کافر کی قبر پر گزروں تو اُسے جہنم کی خبر دیدیا کروں۔" لہٰذا یہ روایت پہلے سے بہت زیادہ واضح ہے، اسلیے اس میں عام طور پر وہی الفاظ ہیں، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوئے ہیں، اور اس میں بدوی نے اسلام لانیکے بعد بمقتضاءِ حکم، امتثالِ امر کو دیکھا اور اسکی بجاآوری میں دشواری کو پایا۔ اور اگر جواب پہلے لفظ کے ساتھ ہو، تو اس میں یقیناً کچھ بھی حکم نہیں نکلتا، اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے الفاظ، راوی کے تصرف سے ہیں جسے اُس نے اپنے فہم کے مطابق حدیث بالمعنی بیان کی ہے۔ بلاشبہ بخاری و مسلم میں بکثرت روایات اس نہج کی واقع ہیں جنمیں راوی کا تصرف موجود ہے۔ اور انکے سوا اس سے زیادہ ثابت ہیں، مثلاً مسلم شریف کی وہ حدیث جو حضرتِ انس رضی اللہ عنہ سے بسم اللہ کی قرأت کی نفی میں مروی ہے، اور اسکی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیل فرمائی ہے، اور فرمایا کہ دوسری سند سے اسکے سماع کی نفی کرنے والی حدیث ثابت ہے۔ لہٰذا راوی نے اس سے نفی قرأت کو سمجھا اور اپنے فہم کے مطابق حدیث بالمعنی روایت کردی اور اسے خطا لاحق ہوئی۔"

اب ہم اس مقام میں مسلم شریف کی حدیث کا جواب اُس نہج پر دیتے ہیں جیسے ہمارے امام، امام شافعی رضی اللہ عنہ نے بسم اللہ کی قرأت کی نفی میں مسلم کی حدیث کا جواب دیا ہے۔ پھر اگر لفظ اول کے راویوں کے اتفاق کو فرض کرلیں، تو گزشتہ دلائل

سے وہ متعارض بن جاتے ہیں۔ اور حدیث صحیح، جب اسکے معارض دوسرے ایسے دلائل ہوں، جو اس سے ارجح ہوں، تو اسکی تاویل واجب ہوتی ہے، اور ان دلائل کو مقدم رکھا جاتا ہے، جیسا کہ اصول کا قاعدہ ہے۔ اور دوسرے جواب کی رُو سے حضور کا اپنی والدہ کے استغفار کی اجازت نہ ملنے والی حدیث کا جواب یوں ہوگا کہ ممکن ہے اس میں مسلسل پیوستگی کی ایسی ممانعت ہو، جیسے کہ شروع اسلام میں اُس شخص کی نمازِ جنازہ ممنوع تھی جس پر قرض ہو، باوجودیکہ وہ مسلمان ہو۔ پھر یہ کہ اسکا بھی امکان ہے کہ یہ ممانعت، دیگر کافروں کے ضمن کی بناء پر ہوئی ہو اس وجہ سے اُنکے لیے بھی استغفار کرنے سے روک ... ا ہو، لیکن پہلا جواب زیادہ درست ہے۔ یہ ایک قسم کی تاویل ہے۔

پھر میں نے حضرتِ معمر کی روایت کے الفاظ کی مانند ایک حدیث دیکھی، جو اس سے زیادہ واضح ہے۔ اُس میں صراحت ہے کہ سائل چاہتا تھا کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کے بارے میں سوال کرے، مگر اُسے ادب اور تامل نے باز رکھا۔ چنانچہ حاکم "المستدرک" میں صحیح قرار دیکر لقیط بن عامر سے روایت نقل کی، وہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں نہیک بن عاصم بن مالک بن المنتفق کیساتھ حاضر ہوئے، وہ کہتے ہیں کہ ہم رجب گزارنے کیلیے مدینہ میں حاضر ہوئے، اور فجر کی نماز حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی، اسکے بعد حضور لوگوں کو خطبہ دینے کھڑے ہوئے راوی نے اسکے بعد حدیث بیان کی یہانتک کہ اُس نے کہا، میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم میں سے کوئی زمانۂ جاہلیت میں بھلائی پر ہے؟ اِس پر فرمایا، اے قریشی جوان! بیشک تیرا باپ المنتفق جہنم میں ہے، اُسوقت گویا میرا چہرہ اور میرا گوشت پسینہ پسینہ ہوگیا، کیونکہ حضور نے تمام لوگوں کے سامنے میرے باپ کا حال بیان کر دیا تھا۔ پھر اسکے بعد میں نے ارادہ کیا کہ میں کہوں یارسول اللہ آپ کے والد کہاں ہیں؟ مگر میں نے کچھ سوچ کر اچھے طریقہ سے بدل کر عرض کیا،

یارسول اللہ! آپ کے اہل کا کیا حال ہے؟ فرمایا جب تم کسی مشرک قریشی یا عامری کی قبر پر گزرو، تو اس سے کہنا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے پاس بھیجا ہے تاکہ میں تمہیں بتاؤں کہ تمہارے لیے کیا بشارت و خبر دی گئی ہے۔"

اس روایت میں کوئی اشکال نہیں ہے، اور یہ سب سے زیادہ واضح روایت اور روشن تر بیان ہے۔ اور وہ کونسی چیز سائل کو مانع ہوئی کہ وہ پوچھے کہ آپ کے والد کہاں ہیں؟ اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول ہیں، جو انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں لفظ "أبي" ہے، اگر اسکی مراد ثابت ہو جائے، تو اسکا مطلب حضور کے چچا حضرتِ ابو طالب ہونگے، نہ کہ آپ کے والدِ ماجد حضرتِ عبد اللہ رضی اللہ عنہ۔

جیساکہ امام فخرالدین رازی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کے لفظِ "أب" سے مراد چچا لی ہے۔ بلا شبہ حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد و ابنِ جریج اور سدی کی روایتیں پہلے نقل کیجا چکی ہیں، اس جگہ ہر دو باتیں مترشح ہوتی ہیں۔

پہلی بات یہ کہ لفظِ "أب" (باپ) کا اطلاق حضرتِ ابو طالب کیلیے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عام رائج تھا۔ اسی بناء پر وہ لوگ حضرتِ ابو طالب سے کہتے تھے کہ ابو طالب تم اپنے بیٹے کو ہمارے معبودوں کو برا کہنے سے باز رکھو۔ اور حضرتِ ابو طالب نے انکے کہنے پر ایک مرتبہ حضور سے عرض بھی کیا تھا۔ پھر جب کفار نے ان سے یہ کہا کہ تم اپنے بیٹے کو ہمارے سپرد کردو، تاکہ ہم اسے قتل کردیں اور اسکے بدلہ تم ہم سے اِس بچہ کو لے لو۔ (اسکے جواب میں حضرتِ ابو طالب نے فرمایا) میں اپنے بیٹے کو تو تمہیں قتل کرنے کے لیے دیدوں، اور تمہارے بیٹے کو لیکر میں اس کی کفالت کروں!

اور جبکہ حضرتِ ابو طالب شام کی طرف سفر کر رہے تھے، اور انکے ساتھ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لیجا رہے تھے، تو بحیرہ راہب نے انکے پاس آکر دریافت کیا، یہ فرزند تمہارا کون ہے؟ انھوں نے کہا یہ میرا بیٹا ہے۔ اس پر

اُس راہب نے کہا کہ اس فرزند کے لیے سزاوار نہیں ہے کہ اس کا والد زندہ ہو۔ معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیلیے حضرت ابوطالب کو والد کہلانا انکے نزدیک عام دستور تھا، کیونکہ وہ حضور کے چچا تھے، اور انھوں نے آپ کے بچپنے سے خدمت و کفالت کے فرائض انجام دیئے تھے، وہ آپ کو اپنی نگہداشت وحفاظت اور حمایت میں رکھتے تھے، اسی بناء پر عام لوگ والد ہی گمان کرکے انکے بارے میں پوچھا کرتے تھے۔

دوسری بات یہ کہ اسی کے مشابہ ایک حدیث میں واقعہ ہے کہ جسے اپنے مقصد کے دلائل میں حضور نے حضرتِ ابوطالب کا ذکر فرمایا۔ چنانچہ طبرانی حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے دن حارث بن ہشام آئے، انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہمیں صلہ رحمی، ہمسایہ کے ساتھ حُسنِ سلوک، یتیموں کے ساتھ بھلائی، مہمان کی خاطر تواضع، اور مسکینوں کو کھانا کھلانے پر ترغیب و تحریص فرماتے ہیں۔ یہ سب باتیں ہشام بن مغیرہ بھی کرتا تھا، لہٰذا یا رسول اللہ آپ کا اُسکے بارے میں کیا گمان ہے؟ حضور نے فرمایا ہر وہ قبر والا جو لا الٰہ الا اللہ کی شہادت نہیں دیتا وہ جہنم کے گڑھے میں ہے۔ بلا شبہ میں نے اپنے چچا ابوطالب کو جہنم میں غوطہ زن پایا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے میری منزلت اور مجھ پر اُنکے احسان ہونے کی بناء پر اُسے نکال کر جہنم کی تمازت وطپش میں کردیا۔

تنبیہ ایک جماعت نے ان تمام جوابوں کو بیحد پسند فرمایا ہے، اور جو حدیثیں حضور کے والدینِ کریمین کے بارے میں ہیں اُنکے جواب میں وہ کہتے ہیں کہ وہ سب منسوخ ہیں، جسطرح وہ احادیث جو مشرکوں کے بچّوں کے جہنمی ہونے کے بارے میں مروی ہیں منسوخ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ مشرکوں کے بچّوں کے بارے میں حدیثوں کو منسوخ کرنے والی یہ آیتِ کریمہ ہے:۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی | کوئی جان دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائیگی

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے بارے میں احادیث کا ناسخ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان،

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۔	ہم کسی کو عذاب کرنے والے نہیں جبتک کہ ہم رسول نہ بھیجیں ۔

اور یہ عجیب اتفاقی نکتہ ہے کہ دونوں فریقوں کے دونوں جملے ایک آیت کے ایک ہی سیاقِ کلام میں حرفِ عطف کے ساتھ نظمِ قرآن میں یکجا جمع ہیں ۔

یہ جواب تمام جوابوں سے زیادہ مفید و مختصر ہے ۔ مگر یہ کہ یہ مسلکِ اول کے نزدیک ہے نہ کہ مسلکِ ثانی کے نزدیک، جیسا کہ واضح ہے ۔ اسی بناء پر ہمیں مسئلہ ثانی پر دلائل و حجج لانے کی ضرورت پیش آئی ۔

تکمیلِ بحث

بلاشبہ حدیث میں ثابت ہے کہ دوزخیوں میں سب سے کم عذاب والے حضرتِ ابوطالب ہیں، کیونکہ وہ جہنم کی طپش و تمازت میں اسطرح ہیں کہ اُنکے دونوں پاؤں میں آگ کی جوتیاں ہیں، جس سے اُن کا دماغ کھولتا ہے یہ روایت اس بات پر دلیل ہے کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین جہنم میں نہیں ہیں، بدیں وجہ اگر وہ اس میں ہوتے، تو وہ حضرتِ ابوطالب سے زیادہ کم عذاب کے مستحق ہوتے، اسلئے کہ اَبَوَینِ کریمین، حضرتِ ابوطالب سے بڑھکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عزت و منزلت میں قریب تر ہیں، اور اُن کا عُذر بھی زیادہ ہے ۔ کیونکہ اُنھوں نے نہ تو زمانۂ بعثت پایا، اور نہ اُن پر عرضِ اسلام ہُوا جسے وہ رَد کر سکتے، بخلاف حضرتِ ابوطالب کے ۔ اور یقیناً اَلصَّادِقُ الْمُصَدَّقُ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ "وہ دوزخیوں میں سب سے کم عذاب پانے والے ہیں"۔ لہٰذا حضور کے والدین کریمین اسکے سزاوار ہو ہی نہیں سکتے ۔ اہلِ اصول کے نزدیک یہ قاعدہ "دَلالۃ الاشارہ" کہلاتا ہے ۔

مناظرانہ طریق پر بحث

آجکل اکثر لوگ جھگڑنے والے موجود ہیں، خاصکر اس مسئلہ میں ۔ اور ان جاہلین کی اکثریت ایسی ہے جنھیں طریقِ استدلال کی معرفت ہی نہیں ہے ۔ لہٰذا ان سے بحث کرنا ہی اضاعتِ

دقت طلب ہے۔ انکے سوا کچھ لوگ ایسے بحث کرنے والے بھی ہیں، جن سے گفتگو کرکے آنکے ذہن کو قریب کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا انھیں کی اکثریت یہ کہتی ہے کہ صحیح مسلم میں جو کچھ ثابت ہے تم اُسکے خلاف کہتے ہو۔ اب اگر وہ لوگ ہمارے مذہب والے یعنی شافعی المذہب ہیں، تو میں اُن سے کہتا ہوں کہ صحیح مسلم میں یہ بھی ثابت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" نہیں پڑھتے تھے، حالانکہ تم بغیر بسم اللہ کے نماز کو صحیح ہی نہیں کہتے۔ اور صحیح میں یہ بھی ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حتمی طور پر تم اپنے امام کی پیروی کرو، اور اس سے اختلاف نہ کرو۔ لہٰذا جب وہ رکوع کرے، تو تم بھی رکوع کرو، اور جب وہ سر اُٹھائے، تو تم بھی سر اُٹھاؤ، اور جب وہ "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ" کہے، تو تم "رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ" کہو، اور جب وہ بیٹھے، تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔ حالانکہ جب امام "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ" کہتا ہے، تو تم بھی "سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ" اُسی کی مانند کہتے ہو، اور جب امام عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے تو تم قادر ہوتے ہوئے اُسکے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہو، نہ کہ بیٹھ کر۔

اور صحیحین میں تیمم کی حدیث میں ثابت ہے کہ تمہیں کافی ہے کہ یہ کہو اپنے دونوں ہاتھوں کے ساتھ ایسا ہی۔ پھر اپنے ہاتھ کی ایک ضرب مارے، اور مسح کرے بائیں سے داہنے پر، اور دونوں ہاتھوں کی پشت پر، اور اپنے چہرہ پر۔ حالانکہ تم تیمم میں ایک ضرب کو کافی نہیں بتاتے، اور مسح کو کو عین تک۔ لہٰذا تم اُن احادیث کی جو صحیحین یا کسی ایک صحیح میں ثابت ہیں کیوں مخالفت کرتے ہو؟ لہٰذا ضروری ہے اگر علم کی ادنیٰ رمق بھی ہے کہ یہ کہو، انکے مقابل دوسرے دلائل قایم ہیں، اس بنا پر انھیں اس پر مقدم رکھا ہے۔ اُسوقت میں بھی اُس سے یہی کہونگا کہ اس پر حجت نہیں پکڑی جا سکتی، مگر اسی طریقہ سے، کیونکہ وہ اسکا اقرار کر چکا ہے، اسی قبیل کے دوسرے مسائل ہیں۔

لیکن اگر مجادل و مناظر مالکی مذہب کا ہے، تو میں اُس سے کہونگا کہ صحیحین میں ہے کہ خرید و فروخت کرنے والے کو اُسوقت تک اختیار رہے جبتک وہ جُدا نہ ہوں

حالانکہ تم خیارِ مجلس کو ثابت نہیں رکھتے۔ اور صحیح مسلم میں ثابت ہے کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا، اور پورے سر کا مسح نہیں فرمایا۔ حالانکہ تم وضو میں پورے سر کے مسح کو واجب قرار دیتے ہو۔ لہٰذا جو صحیح میں ثابت ہے تم اُس کی کیوں مخالفت کرتے ہو؟ اُسوقت تم یہی کہو گے کہ اسکے مقابل دوسری دلیلیں اس پر اس پر قایم ہیں۔ پھر میں بھی یہی کہوں گا کہ یہ مسئلہ بھی ایسا ہی ہے۔

اور اگر مجادل و مناظر حنفی المذہب ہے، تو میں اُس سے کہونگا کہ صحیحین میں ثابت ہے کہ جب کُتا کسی برتن میں مُوبھ ڈالدے، تو اُسے سات مرتبہ دھونا چاہیئے حالانکہ تم کُتے کی نجاست میں سات مرتبہ کی شرط قایم نہیں رکھتے۔

اور یہ کہ صحیحین میں ثابت ہے کہ لاصلٰوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب" "جس نے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی اُسکی نماز نہیں"۔ حالانکہ تم اسکے بغیر بھی نماز کو صحیح و درست رکھتے ہو اور یہ کہ صحیحین میں ثابت ہے کہ پھر سر اٹھایا یہانتک کہ سیدھے کھڑے ہو گئے۔ حالانکہ تم اعتدال میں اطمینان کے بغیر بھی نماز کو صحیح رکھتے ہو۔ اور صحیح حدیث میں ہے کہ جب پانی دو قلہ ہو، تو وہ نجس نہیں ہوتا۔ حالانکہ تم قلتین کا اعتبار ہی نہیں کرتے۔ اور صحیحین میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "مدبر غلام" کو فروخت کیا۔ حالانکہ تم کہتے ہو کہ غلام مدبر نہ بیچا جائے۔ لہٰذا ان احادیثِ صحیحہ کی تم کیوں مخالفت کرتے ہو؟ اُسوقت تم کہو گے کہ اسکے مقابل دوسرے دلائل قایم ہیں، اسلیے اُنہیں مقدم رکھا گیا۔ لہٰذا میں بھی یہی کہونگا، یہ مسئلہ بھی ایسا ہی ہے۔

اور اگر مجادل و مناظر حنبلی المذہب ہے، تو میں اُس سے کہوں گا کہ صحیحین میں ثابت ہے کہ جس نے یوم شک کا روزہ رکھا، اُس نے ابو القاسم یعنی حضور صلی اللہ علیہ سلم کی نافرمانی کی۔ اور صحیحین میں ثابت ہے کہ رمضانِ مبارک کا خیر مقدم ایک یا دو روزے پہلے رکھکر نہ کرو۔ حالانکہ تم یوم شک کے روزہ کو برقرار رکھتے ہو لہٰذا جو صحیحین میں ثابت ہے اُس کی مخالفت کیوں ہے؟ اُسوقت تم یہی کہو گے کہ

اسکے مقابل دیگر دلائل قایم ہیں انھیں اس پر مقدم رکھا گیا۔ لہٰذا میں بھی یہی کہونگا کہ یہ مسئلہ بھی ایسا ہی ہے۔ آجکل اس قسم کا استدلال لوگوں کے ذہنوں کو قریب لانے کے لیے زیادہ مناسب ہے۔

اور اگر مجادل اُن لوگوں میں سے ہو، جو حدیثوں کی کتابیں لکھتے ہیں، اور اُنکے پاس فقہ نہیں ہے، تو اُن سے کہا جائیگا کہ متقدمین نے کہا ہے "المحدث بلا فقہ کعطار غیر طبیب"۔ یعنی بغیر فقہ کے محدث ایسا ہے جیسے بغیر طبیب کے عطار۔ مطلب یہ کہ دوائیں تو دوکان میں موجود ہیں، لیکن وہ یہ نہیں جانتا کہ یہ کس مرض کے لیے ہیں۔ اور فقیہ بغیر حدیث کے ایسا ہے جیسے کہ طبیب، جو عطار نہ ہو۔ وہ یہ تو جانتا ہے کہ فلاں مرض کی فلاں دوا ہے، مگر اُس کے پاس دوا نہیں ہے۔

بیشک میرے پاس بحمداللہ حدیث، فقہ، اصول، تمام آلات عربیہ، معانی، اور بیان وغیرہ سب موجود ہیں۔ اسلیے ہم جانتے ہیں کہ کیونکر کلام کیا جاتا ہے، اور کیسے بحث کیجاتی ہے، اور کسطرح استدلال ہوتا ہے، اور کیسے رجوع ہوتا ہے۔

لیکن تم اے اخی! اللہ تعالیٰ تمہیں توفیق بخشے، تم اسکی صلاحیت نہیں رکھتے، نہ تم فقہ جانتے ہو، نہ اصول، نہ کچھ آلاتِ عربیہ کا علم ہے، نہ حدیث میں کلام کا سلیقہ، اور استدلال کا تو تمہیں شعور ہی نہیں۔ ایسے شخص کو بحث و کلام کی پیشقدمی نہ کرنی چاہیئے، جسکے پاس یہ علوم نہ ہوں، اللہ تعالیٰ نے جتنا تمہیں دیا ہے اُسی پر قناعت کرنی چاہیئے۔ حالانکہ تمہارا حال یہ ہے کہ جب تم سے کسی حدیث کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے، تو تم اتنا ہی کہتے ہو کہ مروی ہے یا مروی نہیں ہے، اور اسکی حافظوں نے تصحیح کی ہے، یا اسے حسن کہا ہے، یا اسے ضعیف کہا ہے وغیرہ، اور مقام افتاء میں تمہیں اسقدر کے سوا حلال نہیں ہے، تو اسکے ماسوا کو اُسکے اہل کیلیے راستہ چھوڑ دو۔

لاتحسب المجد تمراً آکلہ ٭ لن تبلغ المجد حتی تلعق الصبر

اسکے بعد چاروں مذہب کے ہر مقلد سے ایک اور بات کہتا ہوں کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں تین طلاقیں ایک ہی قرار دیجاتی تھیں، اور سیدنا صدیقِ اکبر اور فاروق اعظم کی شروع خلافت تک یہی طریقہ رہا۔ اب میں ہر طالب علم سے دریافت کرتا ہوں کہ اس حدیث کے اقتضار کے بموجب اُس شخص کے بارے میں کیا فتوی دوگے جس نے اپنی زوجہ کو کہا "تجھے تین طلاقیں ہیں" کیا وہ فقط ایک واقع ہوگی ؟ اگر تم کہو ہاں ! تو میں اس پر معارضہ کرونگا۔ اور اگر تم کہو نہیں ! تو میں کہونگا، اس مسئلہ کو ایسا ہی سمجھو ! اس تمام بحث و کلام سے یہی مقصود ہے کہ ہر حدیث جو صحیح مسلم میں ہو، یہ نہیں کہا جاسکتا کہ معارضہ کے باوجود، اسکا اقتضار یہی ہے۔

تیسرا مسلک و مذہب

تیسرا مسلک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے آپ کے والدینِ کریمین کو زندہ فرمایا، یہانتک کہ وہ آپ پر ایمان لائے۔ اس مسلک کی طرف محدثین وغیرہ کے اکابر کی جماعت مائل ہوئی ہے چنانچہ ان میں سے ابن شاہین (ابو حفص عمر بن شاہین البغدادی واعظ، المتوفی ۳۸۵ھ) اور حافظ ابو بکر خطیب بغدادی، سہیلی، قرطبی، المحب طبری، اور علامہ ناصر الدین ابن المنیر وغیرہ حفاظِ حدیث ہیں۔ ان حضرات کا استدلال اس مسلک میں یہ ہے، جسے ابن شاہین نے "الناسخ والمنسوخ" میں، خطیب بغدادی نے "السابق واللاحق" میں، اور دار قطنی و ابنِ عساکر دونوں نے "غرائب مالک" میں بسندِ ضعیف سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "حجۃ الوداع" کا حج ہمارے ساتھ ادا فرمایا اُسوقت آپ ہمارے ساتھ "عقبۃ الحجون" پر گزر فرمایا اس حال میں کہ آپ مغموم و محزون اور گریہ فرمارہے تھے۔ آپ نے نزول فرمایا اور میرے پاس سے طویل عرصہ تک دور رہے پھر جب آپ واپس تشریف لائے، تو خوش اور مسکرا رہے تھے۔ میں نے آپ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا میں نے اپنی والدہ ماجدہ کی قبر کے پاس جاکر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ انہیں زندہ فرمادے، تو اللہ تعالیٰ نے انھیں زندہ فرمایا، پھر وہ مجھ پر ایمان لائیں اور اللہ تعالیٰ نے انھیں واپس کردیا"۔ محدثین کے نزدیک متفقہ طور پر یہ حدیث ضعیف ہے، بلکہ ایک نے یہ بھی کہا کہ یہ موضوع ہے۔ لیکن درست یہی ہے کہ یہ ضعیف ہے، موضوع نہیں ہے۔

اب میں اس حدیث کے بیان میں ایک ایک جزو کھول کر مرتب کرتا ہوں۔

حضرت سہیلی "الروض الانف" میں سند کے ساتھ بیان کرکے فرماتے ہیں کہ

اس سند میں دو راوی مجہول ہیں، وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سے دعا کی کہ والدین کریمین کو زندہ فرمادے، تو اُس نے انھیں زندہ فرمایا، پھر وہ ایمان لائے، اور اُنکا انتقال ہُوا۔
اسے بیان کرنے کے بعد سہیلی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے، اور اُسکی قدرت و رحمت سے کوئی چیز بعید نہیں ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسکے اہل ہیں کہ اللہ تعالیٰ جو چاہے اپنے فضل سے اُنھیں مخصوص فرمائے اور اپنے کرم سے آپ پر جو چاہے انعام فرمائے۔
اور حافظ قرطبی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ زندہ کرنے کی حدیث، اور استغفار سے ممانعت فرمانے کی حدیث کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ والدین کریمین کے زندہ کرنے والی حدیث، حدیثِ استغفار سے بعد ہے۔ دلیل یہ ہے کہ سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث حجۃ الوداع کی ہے۔ اس بنا پر ابنِ شاہین نے اس حدیث کو گزشتہ کی تمام حدیثوں کی جو اس بارے میں ہیں ناسخ قرار دیا ہے۔
اور علامہ ناصر الدین بن المنیر مالکی رحمۃ اللہ کتاب "المقتفیٰ فی شرف المصطفیٰ" میں فرماتے ہیں کہ بلاشبہ ہمارے حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مُردوں کا زندہ کرنا ایسا ہی واقع ہے، جیسا کہ حضرتِ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام سے واقع ہے۔ اُنھوں نے یہانتک فرمایا کہ حدیث میں آیا ہے کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں کیلیے استغفار سے روکا گیا، تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میرے والدین کو زندہ فرمادے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے اُنھیں زندہ فرمایا اور ایمان لائے، پھر وہ دونوں تصدیق کرتے ہوئے مومن ہوکر دوبارہ انتقال فرماگئے۔
حافظ قرطبی فرماتے ہیں کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ہمیشہ مسلسل اور پیہم آپ کے وصالِ مبارک تک برقرار رہے۔ لہٰذا یہ امر بھی آپ پر اللہ تعالیٰ کے افضال و اکرام میں سے ہے۔ فرماتے ہیں اُنکا زندہ فرمانا اور ایمان لانا نہ عقلاً محال ہے نہ شرعاً۔ یقیناً قرآنِ کریم میں، بنی اسرائیل کے مقتول کا زندہ ہونا اور اُسکا اپنے قاتل کی خبر دینا۔

وارد ہے۔ اور حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام مُردوں کو زندہ کرتے تھے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر مُردوں کی ایک جماعت کو زندہ فرمایا فرماتے ہیں جبکہ یہ بات ثابت ہے، تو حضور کی کرامت و فضیلت سے کیا بعید ہے کہ والدینِ کریمین کو زندہ فرما کر ایمان سے نوازا ہو۔

اور حافظ فتح الدین ابنِ سید الناس رحمۃ اللہ اپنی کتاب "سیرت" میں قصۂ احیاء اور عذاب میں مروی شدہ احادیث کے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ بعض اہلِ علم روایتوں کی جمع و تطبیق میں فرماتے ہیں، جنکا خلاصہ یہ ہے کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ مقاماتِ سنیہ میں درجاتِ علیہ کی طرف عروج فرمانے والے رہے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی رُوحِ مبارک کو اپنی طرف قبض فرمایا، اور اپنے خاص قرب کی کرامتوں سے آپ کو نوازا، اور آپ اس پر فائز المرام ہوئے۔ لہٰذا یہ بھی امرِ جائز ہے کہ یہ درجہ بھی اسکے بعد آپ کو حاصل ہوا ہو جبکہ پہلے نہ ہو، چونکہ احیاء و ایمان، سابقہ احادیث کے بعد ومتأخر واقع ہے، تو اس میں کوئی تعارض واقع نہیں۔" انتہیٰ

بعض علماء اسطرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دایہ حلیمہ سعدیہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر لیجانے اور وہاں جو شواہد رونما ہوئے اُنکی وہ خبر دیتی ہوئی وقتِ قدیم یہ اشعار کہتی ہیں ؎

ھذا جزاء الأم عن ارضاعه	لكن جزاء الله عنه عظيم
وكذاك ارجوا ان اكون لأمه	عن ذاك امنة بدء النعيم
ويكون احياها الاله وأمنت	بمحمد فحديثها معلوم
فلربما سعدت به ايضاً كما	سعدت به بعد الشقاء حليم

اور حافظ شمس الدین محمد بن ناصر الدین دمشقی (المتوفی ۸۴۲ھ) اپنی کتاب "مورد الصادی فی مولد الهادی" میں اس حدیث کو لانے کے بعد اپنے یہ اشعار قلمبند فرماتے ہیں ؎

حیا اللہ النبی مزید فضل	علیٰ فضل وکان بہ رؤفا
فاحیا امہٗ وکذا ابا	لایمان بہ فضلا لطیفا
فسلم فالقدیم بذا قدیر	وان کان الحدیث بہ ضعیفا

مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فضیلت پر مزید فضیلت مرحمت فرمائی کیونکہ وہ آپ پر بہت مہربان ہے۔ لہٰذا آپ کی والدہ اور والد کو آپ پر ایمان لانے کے لیے زندہ فرمانا مزید لطف وفضل ہے، کیونکہ اُن کا اسلام لانا پہلے ہی سے مقدّر تھا، اگرچہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

خاتمہ علماء کی ایک جماعت کے نزدیک یہ مسالک ومذاہب قوی نہیں ہیں، اور صحیح مسلم کی وہ دونوں حدیثوں، اور انکے سوا دیگر حدیثوں کو بغیر تاویل وعدول اور ناسخ ومنسوخ وغیرہ کہے، اپنے ظاہر پر باقی رکھتے ہیں۔ اسکے باوجود وہ کہتے ہیں کہ یہ کسی کیلیے جائز نہیں ہے کہ انکا ذکر کرے۔ حضرت سہیلی "الروض الانف" میں حدیثِ مسلم لانے کے بعد کہتے ہیں کہ ہمیں یہ حق نہیں ہے کہ ہم حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے بارے میں ایسا کہیں، کیونکہ حضور کا ارشاد ہے "لا تؤذوا الاحیاء بسبّ الاموات" یعنی مُردوں کو بُرا کہکر زندوں کو ایذاء نہ دو۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ الآیہ | بیشک وہ لوگ جو اللہ ورسول کو ایذا دیتے ہیں...

ائمہ مالکیہ میں سے حضرت قاضی ابوبکر ابن العربی رحمۃ اللہ سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ کہتا ہے کہ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین (معاذ اللہ) آگ میں ہیں؟ آپ نے فرمایا جو یہ کہتا ہے، وہ ملعون ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔ فرماتے ہیں کہ اس سے بڑھ کر اللہ کے رسول کو کوئی ایذاء پہنچانا نہیں ہے کہ وہ کہے اُنکے آباء (معاذ اللہ) جہنم میں ہیں۔

اور کچھ علماء قول پنجم یعنی "توقف" کی طرف گئے ہیں۔ چنانچہ شیخ تاج الدین فاکہانی اپنی کتاب "الفجر المنیر" میں کہتے ہیں کہ حضور کے والدینِ کریمین کے حال کو اللہ تعالیٰ ہی

زیادہ جانتا ہے۔ اور الباجی "شرح موطا" میں فرماتے ہیں کہ بعض علماء نے کہا ہے کسی کو یہ جائز نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو، یا کسی دوسرے کو فعلِ مباح سے ایذاء پہنچائے لیکن دوسرے لوگوں کو فعلِ مباح سے ایذاء رسانی جائز ہے نہ اسکی ممانعت ہے، اور نہ فاعل گنہگار ہوتا ہے، اگرچہ اس سے کسی دوسرے کو ایذاء پہنچتی ہو۔ اسی بناء پر نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیِ مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے فرمایا جبکہ وہ ابوجہل کی بیٹی سے بھی نکاح کرنے کا ارادہ رکھتے تھے کہ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) میرے جسم کا ٹکڑا ہے، اور میں اُسے حرام قرار نہیں دیتا جسے اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ کے رسول کی بیٹی، اور دشمنِ خدا کی بیٹی ایک شخص کے نکاح میں کبھی جمع نہیں ہو سکتیں۔ لہٰذا اس مسئلہ میں بھی ویسا ہی حکم ہے، جیسا کہ یہاں ہے۔ اور یہ جائز نہیں ہے کہ فعلِ مباح سے حضور کو ایذاء پہنچائی جائے۔ اور اس پر انھوں نے اسی آیتِ کریمہ سے دلیل لی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ (الآیتین) اسلیے کہ مومن پر جائز ہے کہ اپنے کسی دوسرے کو بغیر قصد و ارادہ کے ایذاء پہنچا سکتا ہے، لیکن مطلقاً ایذاء کسی طرح بھی نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاصکر نہیں پہنچا سکتا۔" انتہیٰ

المسئلہ:۔ مجھ سے خواہش ظاہر کی گئی کہ میں اس مسئلہ میں چند اشعار لکھکر اس تالیف کو ختم کر دوں، چنانچہ میں کہتا ہوں ؎

ان الذی بعث النبی محمداً ⁂ انجی بہ الثقلین مما یجحف

(بقیہ اشعار اصل میں ملاحظہ کیجیے ⁂)

ایک اور حدیث

حضور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدینِ کریمین کے بارے میں ایک اور حدیث ہے، جسے امام بیہقی نے "شعب الایمان" میں نقل کر کے فرمایا، ہم سے روایت کی ابوالحسن بن بشران نے، اُن سے ابوجعفر رازی نے، اُن سے یحییٰ ابن جعفر نے، اُن سے زید بن حباب نے، اُن سے یاسین بن معاذ نے، اُن سے عبداللہ بن یزید نے، اُن سے طلق بن علی نے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا ہے کہ اگر میں اپنے والدین کو، یا ان میں سے کسی ایک کو اس حال میں پاؤں کہ میں نمازِ عشاء ادا کر رہا ہوں، اور اُس میں

سورۂ فاتحہ کو پڑھ رہا ہوں، اُسوقت وہ پکاریں یا محمد! تو یقیناً میں قبول کرکے کہوں لَبَّیْك یعنی حاضر ہوں"۔ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ یاسین بن معاذ ضعیف ہے

فائدہ الازرقی "تاریخ مکہ" میں کہتے ہیں کہ ہم سے حدیث بیان کی محمد بن یحیی از عبد العزیز بن عمران، از ہشام بن عاصم اسلمی، وہ کہتے ہیں کہ جب میں نے غزوۂ اُحد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خروج کیا تھا، تو ہم مقام ابواء میں اُترے، تو ہندہ بنت عتبہ نے ابوسفیان بن حرب سے کہا، کاش! میں آمنہ والدہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قبر کو ملیا میٹ کر سکتی! کیونکہ اُنکی قبر ابواء میں ہے۔ لہٰذا تم میں سے جو بھی کوئی ایسا کرکے مجھے خوش کریگا، میں اُس کی ہر خواہش کو پورا کر دوں گی۔ پھر اسکا ذکر ابوسفیان نے قریش سے کیا، تو قریش نے کہا ہم پر یہ دروازہ نہ کھولو ورنہ اِسوقت بنی بکر ہمارے مُردوں کی قبریں کھود ڈالینگے۔

ایک اور فائدہ حضرتِ عبداللہ رضی اللہ عنہ والدِ ماجد حضورِ نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ چند اشعار ہیں، جنکو الصلاح صفدی نے اپنے "تذکرہ" میں بیان کیا ہے ؎

لقد حکم السارون فی کل بلدۃٍ	بان لنا فضلا علی سادۃ الارض
وان ابی ذو المجد والسؤدد الذی	یشار بہ مابین لسر الی حفض
وجدی وآباء لہ ابلوا العلی	قدیما لطلب العرف والحسب المحض

بقیہ حاشیہ از صفحہ ۱۴۳ | زمانۂ جاہلیت میں دستور تھا کہ جو اونٹنی پانچ مرتبہ بچے جنتی اور آخر مرتبہ اسکے نر ہوتا اس کا کان چیر دیتے پھر نہ اسپر سواری کرتے نہ اسکو ذبح کرتے نہ پانی اور چارے پر سے ہٹاتے اسکو بحیرہ کہتے اور جب سفر پیش ہوتا یا کوئی بیمار ہوتا تو یہ نذر کرتے کہ اگر میں سفر سے بخیریت واپس آؤں یا تندرست ہو جاؤں تو میری اونٹنی سائبہ (بجار) ہے اور اس سے بھی نفع اٹھانا بحیرہ کی طرح حرام جانتے اور اسکو آزاد کر دیتے تھے - اور بکری جب سات مرتبہ بچے جن چکتی تو اگر ساتواں بچہ نر ہوتا تو اسکو مرد کھاتے اور اگر مادہ ہوتا تو بکریوں میں چھوڑ دیتے اور ایسے ہی اگر نر مادہ دونوں ہوتے تو کہتے کہ یہ اپنے بھائی سے ملگئی اسکو وصیلہ کہتے - اور جب نر اونٹ سے دس گیابھ حاصل ہو جاتے تو اسکو چھوڑ دیتے نہ اسپر سواری کرتے نہ اس سے کام لیتے نہ اسکو چارے پانی سے روکتے اسکو حامی کہتے تھے (مترجم)

مختصر تذکرۂ مؤلف رحمہ اللہ

الشیخ الامام، العالم العلامہ، وحید العصر، ابوالفضل جلال الدین عبدالرحمٰن بن شیخ الامام، ابی بکر کمال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ و تغمدہما اللہ تعالیٰ ببرکاتہ و اسکنہما بحبوحۃ جنانہ، اپنی کتاب "حسن المحاضرہ" کے ترجمہ میں فرماتے ہیں کہ میری پیدائش ماہِ رجب ۸۴۹ھ کی چاند رات کو ہوئی، اور میری زندگی کی نگہداشت حضرت شیخ محمد مجذوب نے فرمائی جو اکابرِ اولیاء میں سے مشہدِ شریف کے قریب کے رہنے والے تھے انھوں نے میری تربیت فرمائی کیونکہ میں یتیم ہی پیدا ہوا تھا۔ پھر آٹھ سال کی عمر میں قرآنِ کریم کو حفظ کیا، اور ۸۶۴ھ کے شروع میں علمِ دین کی تحصیل میں مشغول ہو گیا، اور ۸۶۶ھ میں عربی کی تحصیل سے فارغ ہو کر سندِ فراغت حاصل کی۔ اور اسی سن میں میں نے سب سے پہلی تالیف "شرح الاستعاذہ والبسملہ" مرتب کی، اور اسے اپنے استاذ شیخ الاسلام علم الدین بلقینی کی خدمت میں پیش کر دی انھوں نے اس پر تقریظ تحریر فرمائی۔ اسکے بعد آخر عمر تک فقہ کی خدمت میں ہمیشہ مشغول رہا۔

حضرت علامہ موصوف بیان فرماتے ہیں کہ میں چار سال تک اپنے استاذ الامام العلامہ تقی الدین شبلی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر حدیث و عربی کو حاصل کیا۔ انھوں نے میرے لیے "شرح الفیہ ابنِ مالک" اور "جمع الجوامع" اور عربی زبان پر میری دیگر تالیفات پر تقریظیں لکھیں، اور متعدد بار عربی زبان کے علوم و اصول میں آپ انھوں نے مجھے بطور گواہ آگے بڑھایا۔ اور صرف میرے عرض کرنے پر ہی وہ اپنے قول سے رجوع فرما لیا کرتے تھے۔ میں انکے وصال تک انکی خدمت سے جدا نہ ہوا، رحمۃ اللہ علیہ

پھر میں نے استاذ، علامہ، استاذ الوجود محی الدین کافیجی رحمۃ اللہ کی خدمت میں چودہ ۱۴ سال تک حاضری دی، اور ان سے تفسیر و اصول، عربیت و معانی وغیرہ علوم کو حاصل کیا اور انھوں نے مجھے عظیم المرتبت اجازت عطا فرمائی۔ اسکے بعد تصنیف کا سلسلہ شروع کر دیا اور میری تصانیف سلسلہ اسوقت تک تین سو ۳۰۰ تک پہنچ گیا ہے۔ یہ تعداد اسکے سوا ہے جنھیں میں نے یا تو تلف کر دیا ہے، یا ان سے رجوع کر لیا ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ میں نے بکثرت شہروں کا سفر کیا، شام، حجاز، یمن، ہندوستان اور مشرق و غرب کی سیر کی۔ اور جب میں نے حج کیا، تو خوب سیر ہو کر آبِ زمزم پیا۔ اسکے بعد خود ہی فرماتے ہیں کہ میں نے جو کچھ کہا ہے، وہ تحدیثِ نعمت کے طریقہ پر ہے، نہ کہ فخر و مباہات کے لیے۔ اور اگر میں چاہوں، تو ہر مسئلہ پر مستقل ایسی تصنیف کر سکتا ہوں، جو اقوال و ادلہ نقلیہ و قیاسیہ اور اعتراض و جواب کے ساتھ ہو۔ یقیناً میں اس پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے نہ کہ اپنی قوت و طاقت سے قادر ہوں۔ انتہیٰ ملخصًا ـــــ اسکے بعد مصنف رحمۃ اللہ نے اپنی تصانیف و تالیفات کی فہرست تین ۳ صفحوں میں شمار کرائی ہے۔

اور خیر الدین زرکلی، قاموس کی چوتھی جلد میں تراجم الاعلام کے ص۷۱ میں لکھتے ہیں کہ علامہ جلال الدین سیوطی (۸۴۹ - ۹۱۱ھ / ۱۴۴۵ - ۱۵۰۵ء) کا نام عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن سابق الدین خضیری سیوطی ہے۔ علامہ جلال الدین، امام، حافظ، مورخ، ادیب تھے، انکی چھ سو تصنیفات ہیں، جن میں سے کچھ تو بڑی ضخیم کتابیں ہیں، اور کچھ مختصر رسالے قاہرہ میں یتیم پیدا ہوئے، اور انکی والدہ بھی انکی پانچ سال کی عمر میں انتقال کر گئیں، اور جب چالیس ۴۰ سال کی عمر کو پہنچے، تو لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی، اور نیل کے کنارے روضۃ المقیاس میں گوشہ نشین ہو گئے، اور اپنے تمام ساتھیوں کو ایسا چھوڑا گویا کہ وہ کسی کو جانتے ہی نہیں تھے۔ پھر انھوں نے بہت سی کتابیں تالیف کیں۔ اور اغنیاء و امراء انکی زیارت کو آتے، تو بکثرت اموال و ہدایا پیش کرتے مگر وہ انھیں واپس کر دیتے تھے سلطان نے انھیں کئی مرتبہ بلایا، مگر انھوں نے حاضر ہونے سے انکار کر دیا، اس نے تحفے بھیجے، انھیں بھی واپس کر دیا، اور اسی حال میں انھوں نے ۹۱۱ھ مطابق ۱۵۰۵ء میں انتقال فرمایا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

یہ کتاب بھی آپ کی بے نظیر تالیف ہے، اس کتاب کے مختلف ناموں سے نو ۹ رسالے ہیں، جن میں چھ رسالے حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدینِ کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے سلسلہ میں ہیں، بقیہ حیاۃ الانبیاء، تنزیہ الانبیاء، اور مناقب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر ہیں ❊

غلام معین الدین النعیمی غفرلہ



بسم اللہ الرحمن الرحیم
بافاضات اعلیٰ حضرت امام اہل سنت
مجدد مائۃ حاضرہ مولانا احمد رضا خاں صاحب
قادری رحمۃ اللہ علیہ
محمد رسول اللہ والذین معہ
ومن دخلہ کان امنا
قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار رواہ ابن ماجہ
بالطاف عالیہ
تاج العلما حضرت علامہ مولینا
مفتی محمد عمر صاحب نعیمی محدث
کراچی
ہفت روزہ
سواد اعظم
لاہور
حمایت مذہب اصلاح معاشرت تہذیب اخلاق سیاست اسلامیہ اور استحکام پاکستان کے لئے شائع ہوتا ہے